ابنِ تیمیہ کون؟

کاوش: عبدہ المذنب سید کامران عطاری مدنی غفر اللہ لہ ما یجری منہ و مامضی

افکارِ رضا ریسرچ سینٹر (اہلِ سنّت وجماعت)
AFKAR-E-RAZA RESEARCH CENTER

ابنِ تیمیہ کون؟

کاوش: عبدہ المذنب سید کامران عطاری مدنی

افکارِ رضا ریسرچ سینٹر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جملہ حقوق محفوظ ہیں

رسالے کا نام	ابن تیمیہ کون؟
کاوش	سید کامران عطاری مدنی
صفحات	190
اشاعت	---
مکتبہ	مکتبہ افکارِ رضا
رابطہ	+923155322470

فہرست

پیش لفظ

آٹھویں صدی کا وہ عظیم فتنہ جس نے دیوارِ اسلام میں وہ رخنہ و شگاف ڈالا، کہ اس کے اثرات آج ساڑھے چھ صدیاں گزر جانے کے باوجود بھی اہل اسلام محسوس کر رہے ہیں، یہی فتنہ آگے چل کر بارہویں صدی میں باقاعدہ ایک مذہب کی شکل اختیار کرتا ہے، جس کی آبیاری برطانیہ و امریکہ کے ڈالر و پونڈ سے کی جاتی رہی اور ابھی تک کی جا رہی ہے، اور دنیا بھر میں اسے پھیلانے کے لیے ابن سعود و ابن عبد الوہاب نجدی گروپ کی خدمات لی جاتی ہیں، یوں اس ٹائیکون کے اشتراک سے یہ فتنہ، محض فتنہ نہیں رہتا بلکہ مذہبِ وہابیت میں تبدیل ہو کر پوری دنیائے اسلام میں اپنی جڑیں پھیلا لیتا ہے، چونکہ اس مذہب کا بیج بونے والا، بنیادی مواد فراہم کرنے والا ابن تیمیہ تھا، اس لیے وہابی مذہب میں ابن تیمیہ کی بہت اہمیت اور قدر و قیمت ہے بلکہ دنیا بھر کے وہابی اس کو اپنا پیشوا اور شیخ الاسلام مانتے ہیں اور عوام الناس کے سامنے ایسا ظاہر کرتے ہیں گویا ابن تیمیہ تمام مسلمانانِ عالَم کے نزدیک کوئی مسلمہ شخصیت اور ایک خاص مقام کا حامل شخص ہے، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ابن تیمیہ کے زمانے سے لے کر آج تک علمائے اسلام اس کے افکار و خیالات اور تفردات پر تنقید کرتے رہے ہیں۔

زیرِ نظر کتاب میں اسی بات کو موضوعِ سخن بنایا گیا ہے کہ ابن تیمیہ کے دور سے لے کر اب تک صحیح العقیدہ علمائے اہل سنت کی ابن تیمیہ کے بارے

میں کیا رائے رہی ہے۔ اس موضوع پر پہلے بھی کئی علمائے کرام عربی و اردو وغیرہ زبانوں میں تحقیقی کام کر چکے ہیں، لیکن وہابیہ کا عذرِ گناہ یہ تھا کہ ابن تیمیہ کی تکفیر و تضلیل درست نہیں ہے ؛ کیونکہ اس نے ایسی کوئی بات نہیں لکھی یا کہی کہ جس پر تکفیر و تضلیل ہو سکے، اور یہ کہ علمائے اسلام کی کتب میں ابن تیمیہ کی طرف منسوب عبارات محض جھوٹ ہیں۔

اس لیے ادارہ افکارِ رضا نے یہ ضرورت محسوس کی ہے کہ ابن تیمیہ کی وہ متنازعہ عبارات جن پر حکم شرعی عائد ہوتا ہے وہ اس کی اصل کتب سے بحوالہ نقل کر دی جائیں، تاکہ اہلِ زمانہ پر آشکار ہو کہ علمائے اسلام نے ابن تیمیہ پر جو حکمِ شرعی عائد کیا ہے وہ بالکل درست اور بَجا ہے۔

اس کتاب کی ترتیب یہ ہے کہ ہم پہلے ابن تیمیہ کے تفردات وضلالات ذکر کریں گے ، پھر علمائے اہل سنت کے ابن تیمیہ پر لگائے گئے حکم شرعی کو بیان کریں گے پھر ترتیب وار اس حکم شرعی کو ابن تیمیہ کی اصل عبارات اور قوانینِ اسلام کی روشنی میں بیان کریں گے اور آخر میں سن وفات کے حساب سے علمائے اسلام کی اور خود اس کے اذناب کی اس کے متعلق آرا بیان کریں گے۔

باب: اوّل

ابنِ تیمیہ کے عقائد و نظریات

1: عقیدہ تجسیم باری تعالیٰ:

عقیدۂ اہلِ سنت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مکان و تمکن سے پاک ہے، نہ عرش اس کا مکان ہے نہ دوسری جگہ، عرش و فرش سب حادثات ہیں، اور وہ قدیم ازلی ابدی سرمدی جب تک یہ کچھ نہ تھے، کہاں تھا؟ جیسا جب تھا ویسا ہی اب ہے اور جیسا اب ہے ویسا ہی ابد الآباد تک رہے گا۔ عرش و فرش سب متغیر ہیں، حادث ہیں، فانی ہیں، جبکہ اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات تغیر و حدوث و فنا سب سے پاک ہیں۔

ابنِ تیمیہ پر ایک بہت بڑا الزام یہ ہے کہ یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے تجسیم و تشبیہ، مکان و جہت کا قائل تھا، اور یہ محض الزام ہی نہیں ہے بلکہ مبنی بر حقیقت ہے؛ کیونکہ اس کی کتابیں تجسیم و تشبیہ، مکان و جہت کے اقوال سے بھری پڑی ہیں جن میں سے چند ایک عبارات بطور نمونہ ہم نے اس کتاب میں پیش کی ہیں، دراصل اس کو ٹھوکر آیاتِ متشابہات کی وجہ سے لگی۔ آیاتِ متشابہات کے تعلق سے اس نے نہ متقدمین کی طرح راہِ تفویض اختیار کی، نہ متاخرین کی طرح تاویلِ صحیح کا راستہ چنا، بلکہ دونوں راہیں چھوڑ کر تیسری راہ ہو لیا۔ یعنی معیت والی نصوص میں تاویل کر لی اور استواء والی نصوص کو ظاہر پر محمول کر دیا، جس کی وجہ سے شدید ٹھوکر کھائی۔

ابن تیمیہ کی گمراہانہ عبارات پیش کرنے سے پہلے بطور تمہید آیاتِ متشابہات سے متعلق فتاوی رضویہ سے ایک عبارت کا خلاصہ و مفہوم مطالعہ کیجیے:

آیاتِ متشابہات کے بارے میں اہلِ سنت کے دو مسلک ہیں:

پہلا مسلک سلف صالح کا ہے: تفویض کا، یعنی ہم نہ ان کے معنی جانیں، نہ ان سے بحث کریں۔ جو کچھ ان کے ظاہر سے سمجھ میں آتا ہے وہ قطعاً مراد نہیں، اور جو کچھ رب عزو جل کی مراد ہے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں۔

"اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا" ترجمہ کنز الایمان: ہم اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کے پاس سے ہے۔ (1)

دوسرا مسلک متاخرین کا کہ حفظِ دینِ عوام کے لیے معنی محال سے پھیر کر کسی قریب معنیٰ صحیح کی طرف لے جائیں، مثلاً استواء بمعنی استیلا بھی آتا ہے۔

قد استوی بشر علی العراق من غیر سیف اودم مهرا ق

ترجمہ: تحقیق بشر عراق پر غالب آگیا تلوار چلائے اور خون بہائے بغیر۔ (2)

مگر یہ (تیسرا) **مسلک** باطل ہے کہ آیات معیت تو تاویل پر محمول ہیں اور آیت استواء ظاہر پر، **یہ ہر گز مسلک اہلِ سنت نہیں**، (یہ کہنا کہ اللہ) عرش پر ہے دوسری جگہ نہیں، یہ صاف عرش پر تمکن کو بتا رہا ہے معاذ اللہ۔ اس کے لیے ایک جگہ ثابت کی جب تو دیگر جگہوں میں ہونے کی نفی کر دی۔

---

(1) پ3، آل عمران:7

(2) فتح الباری، کتاب التوحید، باب قولہ وکان عرشہ علی الماء، 13 / 405، دار المعرفۃ بیروت

ابن تیمیہ کہتا ہے:

کسی کا یہ کہنا کہ میں نے اسے سب جگہ ڈھونڈا کہیں نہ پایا اور (یہ کہنا کہ) وہ معدوم ہے۔ ان دونوں اقوال میں کچھ فرق نہیں یعنی جو کسی جگہ نہیں ہے وہ ہے ہی نہیں۔ لیکن رب عزوجل تو ضرور کسی جگہ ہے۔

العیاذ باللہ اس احمق سفیہ کو مادی اور مجرد عن المادہ کا فرق ہی معلوم نہیں۔ اس سے کوئی پوچھے کہ جگہ تو حادث ہے جب جگہ تھی ہی نہیں، تب خدا تعالیٰ کہاں تھا؟

وہ شاید یہ کہے گا کہ جب جگہ نہ تھی وہ بھی نہ تھا۔ یا یہ کہے گا کہ جگہ بھی قدیم ازلی ہے۔

اور یہ دونوں باتیں کفر ہیں؛ کیونکہ جب اُس کا معبود اس کے نزدیک بغیر کسی جگہ میں موجود ہو ہی نہیں سکتا تو وہ جگہ کا محتاج ہوا، اور جو محتاج ہے وہ اللہ نہیں ہو سکتا تو یہ حقیقۃً ان پر انکار خدا ہی لازم ہے۔

تجسیم کی نفی کا رد کرتے ہوئے ابن تیمیہ لکھتا ہے:

وأما الشرع، فمعلوم أنه لم ينقل عن أحد من الأنبياء ولا الصحابة، ولا التابعين، ولا سلف الأمة أن الله جسم، أو أن الله ليس بجسم، بل النفي والإثبات بدعة في الشرع

ترجمہ: شرعی طور پر یہ بات معلوم ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام، صحابہ کرام و تابعین عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اسلافِ امت رحمہم اللہ میں سے کسی

سے اللہ تعالیٰ کا جسم ہونا، یا **اللہ تعالیٰ کا جسم نہ ہونا منقول نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے لیے جسم کا اثبات کرنا یا جسم کی نفی کرنا بدعتِ شرعی ہے۔**[3]

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کے لیے حرکت اور قیام بالحوادث ثابت کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''فَإِنَّا نَقُولُ: إِنَّهُ يَتَحَرَّكُ وَتَقُومُ بِهِ الْحَوَادِثُ وَالْأَعْرَاضُ، فَمَا الدَّلِيلُ عَلَى بُطْلَانِ قَوْلِنَا؟''

ترجمہ: ہم کہتے ہیں: کہ **اللہ تعالیٰ حرکت کرتا ہے اور حوادث و اعراض اسی کے ساتھ قائم ہیں،** ہمارے اس قول کے بطلان پر (تمہارے پاس) کیا دلیل ہے؟[4]

اللہ تعالیٰ کو جہت میں ماننا:

تمام اہلِ اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جہت اور حرکات و سکنات سے پاک ہے، لیکن ابن تیمیہ نے اللہ تعالیٰ کے لیے جہت و حرکات دونوں کو ثابت کر کے اہلِ اسلام کی مخالفت کی ہے۔ ابن تیمیہ کی مختلف کتب سے چند تصریحات ملاحظہ فرمائیں:

چنانچہ ابنِ تیمیہ ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کے جہت ثابت کرتے ہوئے لکھتا ہے:

---

(3) شرح حدیث النزول، ص80، المکتب الاسلامی بیروت

(4) منہاج السنۃ، 2/152، مؤسسۃ قرطبہ

القاضی أبو یعلی قال فی کتاب «إبطال التأویل» : «فإذا ثبت أنه علی العرش، والعرش فی جهة، وهو علی عرشه **وقد منعنا فی کتابنا هذا فی غیر موضع إطلاق الجهة علیه**

والصواب جواز القول بذلك، لأن «أحمد» قد أثبت هذه الصفة، التی هی الاستواء علی العرش، وأثبت أنه فی السماء، وكل من أثبت هذا أثبت الجهة، والدلیل علیه أن العرش فی جهة بلا خلاف، وقد ثبت بنص القرآن أنه مستو علیه، فاقتضی أنه فی جهة، لأن كل عاقل من مسلم أو كافر إذا دعا فإنما یرفع یدیه ووجهه إلی نحو السماء، وفی هذا كفایة، ولأن من نفی الجهة من المعتزلة والأشعریة، یقول: لیس هو فی جهة ولا خارجًا منها

ترجمہ: قاضی ابو یعلیٰ نے ”ابطال التاویل“میں کہا: یہ ثابت شدہ بات ہے کہ اللہ عرش پر ہے اور عرش ایک جہت میں ہے، لیکن ہم نے اپنی اس کتاب میں کئی جگہ ذکر کیا ہے کہ اللہ کے لیے جہت کا اطلاق درست نہیں۔(یہ قاضی ابو یعلی کا کلام تھا۔)

ابن تیمیہ کہتا ہے کہ یہ قول (یعنی اللہ کے لیے جہت کا اثبات) جائز و درست ہے؛ کیونکہ امام احمد نے اس صفت (عرش پر مستوی ہونے) کو ثابت کیا ہے، اور یہ بھی ثابت کیا ہے کہ وہ آسمان پر ہے۔ اور جو کوئی بھی اس بات کو ثابت کرتا ہے، وہ جہت کو بھی ثابت کرتا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ عرش ایک جہت میں ہے بلا اختلاف، اور قرآن کے نص سے ثابت ہے کہ اللہ عرش پر مستوی

ہے؛ لہٰذا یہ لازم آتا ہے کہ وہ ایک جہت میں ہے۔ کیونکہ ہر عاقل شخص، خواہ مسلم ہو یا کافر، جب دعا کرتا ہے تو اپنے ہاتھ اور چہرہ آسمان کی طرف اٹھاتا ہے، اور اس میں کافی دلیل ہے۔ نیز اس لیے کہ معتزلہ اور اشاعرہ میں سے جو لوگ جہت کا انکار کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ اللہ نہ کسی جہت میں ہے اور نہ جہت سے خارج ہے۔[5]

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ کے لیے جہت ثابت کرتے ہوئے لکھتا ہے:

يَكُونُ الْعَرْشُ فَوْقَ الْمَخْلُوقَاتِ، وَالْخَالِقُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى فَوْقَهُ، وَالْعَبْدُ فِي تَوَجُّهِهِ إِلَى اللهِ يَقْصِدُ الْعُلُوَّ دُونَ التَّحْتِ.

ترجمہ: عرشِ الٰہی مخلوقات سے اوپر ہے، اور **خالق سبحانہ وتعالیٰ عرش کے اوپر ہے** اور بندے اللہ کی طرف متوجہ ہونے کے لیے اوپر کا قصد کرتے ہیں نہ کہ نیچے کی طرف۔[6]

فمن المعلوم أن الكتاب والسنة والإجماع، لم تنطق بان الأجسام كلها محدثة، **وأن الله ليس بجسم**، ولا قال ذلك إمام من أئمة المسلمين، فليس في تركي لهذا القول، خروج عن الفطرة ولا عن الشريعة.

ترجمہ: یہ بات معلوم ہے کہ کتاب و سنت اور اجماع امت میں کہیں یہ نہیں کہا گیا کہ تمام اجسام حادث ہیں، **نہ ہی یہ کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جسم نہیں**

(5) بیان تلبیس الجہمیہ فی تاسیس بدعھم الکلامیہ، 1 / 435، مطبعۃ الحکومۃ، مکۃ المکرمۃ

(6) رسالہ عرشیہ، ص 21، مکتبہ سلفیہ، قاہرہ

ہے، اور نہ ہی کسی امام نے یہ بات کی ہے؛**لہذا میرا (ابن تیمیہ) کا تجسیم کا قائل ہونا نہ تو فطرت کے خلاف ہے اور نہ ہی شریعت کے خلاف ہے۔**(7)

اس خدا ناترس شخص سے کوئی پوچھے کہ (لیس کمثلہ شیء) سمیت تمام آیاتِ تنزیہ کدھر جائیں گی۔ اگر تم نے یہ آیات اور اس کے ضمن میں تصریحاتِ ائمہ مسلمین نہیں پڑھیں تو اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ اپنی جہالت کتاب و سنت اور ائمہ مسلمین کے سر منڈھ دی جائے۔

مزید بر آں اہل سنت کے تمام ائمہ متکلمین اپنی کتب میں اس بات کی تصریح کرتے آئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نہ تو جسم ہے نہ جوہر ہے، نہ مرکب ہے، نہ اس کی کوئی حد ہے، یہ اہلِ سنت کا اجماعی عقیدہ ہے۔ لیکن ابن تیمیہ بیک جنبشِ قلم ان سب کا انکار کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ان سب صفات کی نفی قرآن و سنت میں کہیں نہیں۔ العیاذ باللہ

اور کہتا ہے:

وقلتم ليس هو بجسم ولا جوهر ولا متحيز ولا في جهة ولا يشار إليه بحس ولا يتميز منه شيء من شيء وعبرتم عن ذلك بأنه تعالى ليس بمنقسم ولا مركب وأنه لا حد له ولا غاية تريدون بذلك أنه يمتنع عليه أن يكون له حد وقدر أويكون له قَدْر لا يتناهى وأمثال ذلك ومعلوم أن الوصف بالنفي كالوصف بالإثبات فكيف ساغ لكم هذا النفي بلا كتاب ولا سنة.

---

(7) بیان تلبیس الجہمیہ فی تاسیس بدعھم الکلامیہ، 1 / 401، مطبعۃ الحکومۃ، مکۃ المکرمۃ

ترجمہ: (اہل سنت کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے: اے اہل سنت!) **تم کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نہ جسم ہے، نہ جوہر ہے،** نہ کسی حیز (جگہ) میں ہے، نہ کسی جہت میں ہے، نہ اس کی طرف اشارہ حسیہ کیا جاسکتا ہے، نہ کوئی شے اس سے ممتاز ہے، اور تم کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نہ منقسم ہے، نہ مرکب ہے، نہ اس کی کوئی حد ہے، نہ انتہاء ہے، اور اس سب سے تمہاری مراد یہ ہوتی ہے کہ اللہ کے لیے حد و مقدار محال ہے یا ایسی مقدار ہے جس کی کوئی انتہاء نہیں، وامثال ذلك۔ حالانکہ یہ بات معلوم ہے کہ صفاتِ سلبیہ بھی صفاتِ ثبوتیہ کی طرح ہی ہیں، تو **تم نے بغیر کتاب و سنت کے کیسے ان تمام صفاتِ سلبیہ کو اللہ تعالیٰ کے لیے جائز مان لیا۔**(8)

اس عبارت میں صاف ظاہر ہے کہ یہ کلام استفہامِ انکاری کے طور کیا جارہا ہے، ابن تیمیہ کا یہ کہنا کہ ”تم نے کیسے ان صفات سلبیہ کو اللہ کے لیے جائز قرار دیا“ کا واضح مطلب یہی ہے کہ ابن تیمیہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے لیے جسم و ترکیب، حیز و جہت، حد و مقدار کی نفی درست نہیں۔

ثبوتِ جہت کی ایک اور عبارت ملاحظہ فرمائیں:

”أن العرش في اللغة السرير بالنسبة إلى ما فوقه وكالسقف بالنسبة إلى ما تحته فإذا كان القرآن قد جعل لله عرشا وليس هو بالنسبة إليه كالسقف علم أنه بالنسبة إليه كالسرير بالنسبة إلى غيره وذلك يقتضي أنه فوق العرش“

(8) بیان تلبیس الجہمیہ فی تاسیس بدعھم الکلامیہ، 1/ 444، مطبعۃ الحکومۃ، مکۃ المکرمۃ

ترجمہ: عرش لغت میں تخت کو کہتے ہیں مافوق کے اعتبار سے، جیسے سقف چھت کو کہتے ہیں نیچے والوں کے اعتبار سے۔ پس جب قرآن نے اللہ کے لیے عرش ثابت کیا ہے، اور وہ اس کے لیے چھت کی طرح نہیں ہے، **تو معلوم ہوا کہ وہ اللہ کے لیے دوسروں کے تخت کی مانند ہے، اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ عرش کے اوپر ہے۔**(9)

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ سے تجسیم کی نفی کرنے والوں (اہلِ سنت) کا رد کرتے ہوئے لکھتا ہے:

وليس في كتاب الله ولا سنة رسوله ولا قول أحد من سلف الأمة وأئمتها، أنه ليس بجسم، وأن صفاته ليست أجسامًا وأعراضًا. فنفي المعاني الثابتة بالشرع والعقل؛ بنفي ألفاظ لم ينف معناها شرع ولا عقل، جهل وضلال.

ترجمہ: کتاب اللہ و سنت رسول اور اسلافِ امت و ائمہ ملت میں کسی نے یہ کہا کہ "اللہ تعالیٰ جسم نہیں ہے اور نہ یہ کہا کہ صفاتِ الٰہیہ اجسام و اعراض نہیں۔" پس ایسے الفاظ کی نفی کرنا جن کے معانی شرعاً و عقلاً ثابت ہوں، جہالت و گمراہی ہے۔(گویا کہ ابن تیمیہ کہنا چاہ رہا ہے کہ اللہ تعالی سے جسم کی نفی کرنا جہالت و گمراہی ہے۔ معاذاللہ)(10)

تبصرہ: اسلافِ امت و ائمہ اسلام کی تصریحاتِ (نفیِ تجسیم) سے کتب

(9) بیان تلبیس الجهمیہ فی تاسیس بدعهم الکلامیہ، 1/576، مطبعۃ الحکومۃ، مکۃ المکرمۃ

(10) بیان تلبیس الجهمیہ فی تاسیس بدعهم الکلامیہ، 1/576، مطبعۃ الحکومۃ، مکۃ المکرمۃ

کلامیہ بھری پڑی ہیں، کسی نے کہا: اللہ تعالیٰ جسم نہیں ہے، کسی امام نے لکھا: اللہ تعالیٰ کے حق میں جسمیت کا معنی محال ہے، کوئی فرماتا ہے: یہ متصور ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ جسم ہو۔

اب ابن تیمیہ سے پوچھا جائے کہ یہ الفاظ جسم کی نفی پر ناطق ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں اور بالیقین ہیں تو پھر بھی یہ راگ الاپنا کہ (نہیں نہیں۔۔۔ اللہ تعالیٰ سے جسمیت کی نفی پر تو نہ کتاب و سنت ناطق ہیں، نہ اسلاف نے اس کا قول کیا ہے) جہالت و گمراہی پر مبنی ہے یا نہیں؟

اللہ تعالیٰ کو محدود قرار دینا:

اہلِ اسلام کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حد و انتہاء سے پاک ہے؛ کیونکہ حد و نہایت جسم کا خاصہ ہے، اس کے بر عکس ابن تیمیہ کا نظریہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حد ہے اور جو اس کا انکار کرے وہ قرآن کا منکر ہے العیاذ اللہ۔

ابنِ تیمیہ کے اس فاسد عقیدہ پر چند عبارات ملاحظہ کریں، لکھتا ہے:

فمن ادعى أنه ليس لله حد فقد رد القرآن، وادعى أنه لا شيء، لأن الله وصفه حد مكانه في مواضع كثيرة، من كتابه.

ترجمہ: جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ اللہ کی کوئی حد نہیں، اس نے قرآن کا انکار کیا اور ایسا دعویٰ کیا جس کی کچھ حیثیت نہیں؛ کیونکہ اللہ نے اپنی جگہ کی حد کو اپنی کتاب میں کئی مقامات پر بیان فرمایا ہے۔[11]

(11) درء تعارض العقل والنقل، 1 / 264، دار الکنوز الادبیۃ، ریاض

اسی صفحہ پر حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی طرف جھوٹ منسوب کرتے ہوئے اپنا یہی فاسد عقیدہ بیان کرتا ہے:

قال أبو سعيد: والله تعالى له حد لا يعلمه أحد غيره، ولا يجوز أن يتوهم لحده غاية في نفسه، ولكن نؤمن بالحد، ونكل علم ذلك إلى الله، ولمكانه أيضا حد، وهو على عرشه فوق سمواته، فهذان حدان اثنان. وسئل عبد الله بن المبارك، بم نعرف ربنا؟ قال: بأنه على عرشه بائن من خلقه. قيل: بحد؟ قال: بحد.

ترجمہ: ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی ایک حد ہے جسے اس کے سوا کوئی نہیں جانتا، اور یہ جائز نہیں کہ اس کی حد کے بارے میں خود اس میں کوئی انتہا تصور کی جائے، لیکن ہم حد کے وجود پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کی حقیقت کا علم اللہ پر چھوڑ دیتے ہیں۔ اسی طرح اس کے مکان کی بھی ایک حد ہے، اور وہ اپنے عرش پر اپنی تمام آسمانوں سے اوپر ہے۔ پس یہ دو حدیں ہیں۔
حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا: ہم اپنے رب کو کیسے پہچانیں؟ انہوں نے جواب دیا: اس طرح کہ وہ اپنے عرش پر ہے اور اپنی مخلوق سے الگ ہے۔ پوچھا گیا: کیا ایک حد کے ساتھ؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں، ایک حد کے ساتھ۔ (12)

ایک مقام پر بشر مریسی معتزلی کا رد کرتے ہوئے اپنا یہی فاسد عقیدہ تمام

(12) درء تعارض العقل والنقل، 1 / 264، دار الکنوز الادبیۃ، ریاض

اسلافِ کرام کی طرف منسوب کرتے ہوئے کہتا ہے:

الوجه الثالث قول السلف والأئمة، وأهل الحديث والكلام والفقه والتصوف، الذين يقولون: له حد لا يعلمه غيره.

ترجمہ: تیسری دلیل اسلاف وائمہ، محدثین و متکلمین اور فقہاء وصوفیاء کا قول ہے جو کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی حد ہے، اور اس حد کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔(13)

اللہ تعالیٰ کو کرسی پر بٹھانا:

ابن تیمیہ کے عقل وشعور کا اندازہ لگائیں کہ یہ بے وقوف آدمی کبھی اللہ تعالیٰ کو عرش پر اس طرح بٹھا دیتا ہے کہ عرش میں ذرہ برابر جگہ نہیں بچتی، اور کبھی کرسی پر بٹھا دیتا ہے، حالانکہ صحیح احادیث میں موجود ہے کہ عرش کے مقابلہ میں کرسی ایسے ہے جیسے کھلے صحرا میں ایک حلقہ (چھلّا) پڑا ہو۔ اور اسی پر بس نہیں بلکہ کبھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹھنے کی جگہ بھی بنالیتا ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے:

إِذَا تَبَيَّنَ هَذَا فَقَدْ حَدَثَ الْعُلَمَاءُ الْمَرْضِيُّونَ وَأَوْلِيَاؤُهُ الْمَقْبُولُونَ: أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجْلِسُهُ رَبُّهُ عَلَى الْعَرْشِ مَعَهُ.

ترجمہ: جب یہ بات واضح ہو گئی تو تحقیق پسندیدہ علماء اور مقبول اولیاء نے بیان کیا ہے کہ رب تعالیٰ اپنے محبوب صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو اپنے ساتھ عرش پر

---

(13) درء تعارض العقل والنقل، 6/301، جامعة السعود، سعودیہ

بٹھائے گا۔[14]

مفسر ابو حیان اندلسی علیہ الرحمہ نے اپنی تفسیر میں اور حاجی خلیفہ علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب میں ابن تیمیہ کے اسی عقیدہ بد کی طرف اشارہ فرمایاہے۔

2:مسئلہ شدِ رحال:

نبیِ کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی قبر انور کی زیارت نہ صرف مستحب بلکہ واجب ہے، حضور علیہ السلام سے اس زیارت کی فضیلت میں کئی احادیث مروی ہیں۔ بزرگانِ دین و اسلاف کا اس بابرکت سفر کے ہمہ وقت کوشاں رہنا اس عمل کی عظمت کو ظاہر کرتا ہے، لیکن ابن تیمیہ نے اس عظیم بابرکت عمل کو نہ صرف بدعت و حرام کہا بلکہ اس بارے میں مروی تمام روایات کو جھٹلاتے ہوئے فتوی بھی داغ دیا کہ اگر کوئی عاشق دور دراز سے سفر کرتے ہوئے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو تو وہ نماز قصر بھی نہیں پڑھ سکتا؛ کیونکہ اس کے بقول یہ سفر، سفر معصیت ہے۔ اللہ کی پناہ۔ چنانچہ لکھتاہے:

بَلْ نَفْسُ السَّفَرِ لِزِيَارَةِ قَبْرٍ مِنْ الْقُبُورِ ۔ قَبْرُ نَبِيٍّ أَوْ غَيْرِهِ ۔ مَنْهِيٌّ عَنْهُ عِنْدَ جُمْهُورِ الْعُلَمَاءِ حَتَّى أَنَّهُمْ لَا يُجَوِّزُونَ قَصْرَ الصَّلَاةِ فِيهِ بِنَاءً عَلَى أَنَّهُ سَفَرُ مَعْصِيَةٍ؛ لِقَوْلِهِ الثَّابِتِ فِي الصَّحِيحَيْنِ:{لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إلَّا إلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْمَسْجِدِ الْأَقْصَى وَمَسْجِدِي هَذَا} وَهُوَ أَعْلَمُ النَّاسِ بِمِثْلِ هَذِهِ الْمَسْأَلَةِ. وَكُلُّ حَدِيثٍ يُرْوَى فِي زِيَارَةِ الْقَبْرِ فَهُوَ ضَعِيفٌ بَلْ مَوْضُوعٌ.

---

(14) مجموع الفتاوی، 4/374، دار الوفاء بیروت

ترجمہ: بلکہ صرف کسی قبر (خواہ نبی کی ہو یا کسی ولی کی) کی زیارت کے لیے سفر کرنا جمہور علماء کے نزدیک منع ہے، یہاں تک کہ وہ اس سفر میں نماز قصر کرنے کی بھی اجازت نہیں دیتے، کیونکہ یہ معصیت (گناہ) کا سفر ہے۔ اس کی دلیل صحیحین (بخاری و مسلم) میں ثابت شدہ حدیث ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سفر صرف تین مسجدوں کی طرف کیا جائے: مسجد الحرام، مسجد اقصیٰ اور میری یہ مسجد یعنی مسجد نبوی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے مسائل کو سب سے بہتر جانتے تھے۔ اور قبروں کی زیارت کے بارے میں جو بھی احادیث روایت کی گئی ہیں، وہ ضعیف بلکہ موضوع ہیں۔ (15)

تنبیہ: ابن تیمیہ نے یہ بڑھ تو ہانک دی کہ ”جمہور علماء نے منع کیا ہے“ حالانکہ یہ وہ جھوٹ ہے جس کا کوئی سر پیر نہیں، حقیقت تو یہ ہے کہ ابن تیمیہ اور اس کے چیلے چانٹوں کے سوا کسی نے منع نہیں کیا بلکہ جمہور علماء نے تو منع کرنے والوں کو گمراہ، بدمذہب اور کافر تک کہا، جیسا کہ آپ کتاب کے دوسرے حصے میں علمائے اہلِ سنت کے اقوال ملاحظہ کریں گے۔

اگر علمائے اہلِ سنت نے سفرِ زیارت سے منع کیا ہوتا تو ابنِ تیمیہ کو امام مالک جیسی عبقری شخصیت کی روایات کارد کرنے کی حاجت نہ پڑتی، چنانچہ لکھتا ہے:

وَلَمْ يَكُنْ لِأَحَدٍ أَنْ يَحْتَجَّ عَلَى مَالِكٍ بِمَا رُوِيَ فِي زِيَارَةِ قَبْرِهِ أَوْ زِيَارَتِهِ بَعْدَ مَوْتِهِ فَإِنَّ هَذِهِ كُلَّهَا أَحَادِيثُ ضَعِيفَةٌ بَلْ مَوْضُوعَةٌ لَا يُحْتَجُّ بِشَيْءٍ مِنْهَا

(15) مجموع الفتاوی، 4/520، دار الوفاء بیروت

فِي أَحْكَامِ الشَّرِيعَةِ.

ترجمہ: کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ زیارت روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا بعدِ وصال قبر انور کی زیارت سے متعلق امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی روایات کو دلیل بنائے؛ کیونکہ روضہ مصطفوی کی زیارت سے متعلقہ تمام احادیث ضعیف بلکہ موضوع ہیں، اور احکام شرع میں ان میں سے کسی کو حجت نہیں بنایا جا سکتا۔ (العیاذ باللہ)[16]

علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کے رَد میں فرمایا تھا:

هذا تهوّر عجيب، فان الحكاية رواها ابوالحسن على بن فهر فى كتابه فضائل مالك باسناد لاباس به، واخرجها القاضى عياض فى الشفاء من طريقه عن شيوخ عدة من ثقات مشايخه فمن اين انها كذب وليس فى اسنادها وضاع ولا كذاب.

ترجمہ: یہ بہت بڑی زیادتی ہے کیونکہ اس واقعہ کو شیخ ابوالحسن بن فہر علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب "فضائلِ مالک" میں ایسی سند کے ساتھ نقل کیا ہے جس میں کمزوری نہیں اور اسے قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے شفاء میں متعدد ثقہ مشائخ کے حوالے سے اسی سند سے بیان کیا ہے لہذا اسے جھُوٹا کیسے قرار دیا جاسکتا ہے؟ حالانکہ اس کی سند میں نہ کوئی راوی وضاع ہے اور نہ ہی کذّاب۔[17]

(16) مجموع الفتاوی، 4/236، دار الوفاء بیروت

(17) شرح الزرقانی علی المواہب، الفصل الثانی، المقصد العاشر، 12/194، دار الکتب العلمیہ بیروت

یہی ابن تیمیہ ایک مقام پر روضہ انور کی زیارت جیسے اجماعی مستحب عمل کو حرام قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے:

فَمَنْ قَصَدَ قُبُورَ الْأَنْبِيَاءِ وَالصَّالِحِينَ لِأَجْلِ الصَّلَاةِ وَالدُّعَاءِ عِنْدَهَا فَقَدْ قَصَدَ نَفْسَ الْمُحَرَّمِ الَّذِي سَدَّ اللهُ وَرَسُولُهُ ذَرِيعَتَهُ.

ترجمہ: **جس نے انبیائے کرام وبزرگانِ دین کی قبور کا ارادہ کیا** تاکہ وہاں جاکر نماز پڑھی جائے یا اللہ کی بارگاہ میں دعا کی جائے **تو اس نے خالص حرام کام کا ارادہ کیا** جس کا دروازہ اللہ ورسول نے بند کردیا ہے۔[18]

بقول ابن تیمیہ زیارتِ روضہ انور صرف بدعت اور حرام نہیں بلکہ شرک کے معنٰی میں ہے، اب چاہے زائر بطورِ وسیلہ رب تعالیٰ سے ہی مانگ رہا ہو یا وسیلہ بھی پیش نہ کر رہا ہو بلکہ محض روضہ انور کے پاس حاضر ہو کر خالصتاً اللہ تعالیٰ سے اپنی مراد مانگ رہا ہو، تب بھی یہ سب شرک ہو جائے گا۔ العیاذ باللہ

چنانچہ لکھتا ہے:

وَالْأَحَادِيثُ الْمَرْوِيَّةُ فِي زِيَارَةِ قَبْرِهِ كُلُّهَا ضَعِيفَةٌ بَلْ كَذِبٌ. وَهَذَا اللَّفْظُ صَارَ مُشْتَرَكًا فِي عُرْفِ الْمُتَأَخِّرِينَ يُرَادُ بِهِ الزِّيَارَةُ الْبِدْعِيَّةُ: الَّتِي فِي مَعْنَى الشِّرْكِ؛ كَالَّذِي يَزُورُ الْقَبْرَ لِيَسْأَلَهُ أَوْ يَسْأَلَ اللهَ بِهِ أَوْ يَسْأَلَ اللهَ عِنْدَهُ.

ترجمہ: روضہ انور کی زیارت سے متعلقہ تمام مروی روایات ضعیف ہیں بلکہ جھوٹی ہیں۔ اور عرفِ متاخرین میں یہ لفظ مشترک ہے، اس سے زیارتِ

(18) مجموع الفتاوی، 4/236، دار الوفاء بیروت

بدعت مراد لی جاتی ہے جو کہ شرک کے معنیٰ میں ہے، جیسا کہ کوئی شخص قبر کی زیارت کرے تاکہ صاحبِ قبر سے سوال کرے، یا صاحبِ قبر کا وسیلہ پیش کر کے اللہ سے اپنی مراد مانگے، یا اس کے پاس حاضر ہو کر (بغیر وسیلہ خاص) اللہ سے سوال کرے۔[19]

اور بدبختی کی انتہاء دیکھئے کہ ابن تیمیہ کے نزدیک کافر کی قبر کی زیارت تو جائز ہے، لیکن رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی قبر انور کی زیارت بدعت و حرام ہے، العیاذ باللہ۔ پھر اسی پر بس نہیں بلکہ کافر اگر اپنے مسلمان باپ کی قبر کی زیارت کرنا چاہے تو اسے نہ روکا جائے گا لیکن مسلمان اپنے کریم آقا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے روضہ انور کی زیارت کرنا چاہے تو اسے سختی سے روکا جائے گا؛ کیونکہ ابن تیمیہ کے دھرم کے مطابق ایسا کرنے سے شرک لازم آجائے گا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ.

چنانچہ ابن تیمیہ الفتاوی الکبریٰ میں لکھتا ہے:

وَيَجُوزُ زِيَارَةُ قَبْرِ الْكَافِرِ لِلِاعْتِبَارِ وَلَا يُمْنَعُ الْكَافِرُ مِنْ زِيَارَةِ قَبْرِ أَبِيهِ الْمُسْلِمِ

ترجمہ: کافر کی قبر کی زیارت کرنا جائز ہے حصولِ عبرت کے لیے، اور کافر کو اپنے مسلمان باپ کی قبر کی زیارت سے نہ روکا جائے گا۔[20]

---

(19) مجموع الفتاوی، 1/355، دار الوفاء بیروت

(20) الفتاوی الکبریٰ، 5/362، دار الکتب العلمیہ، بیروت

3: جہنم کے فناء ہونے کا قائل:

اہل سنت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ جنت و دوزخ پیدا کی جاچکی ہیں، فی الوقت وہ موجود ہیں، ہمیشہ باقی رہیں گی، کبھی فنا نہیں ہوں گی، نہ ہی جنت و دوزخ کے اہل فنا ہوں گے۔ جیسا کہ عقائد نسفیہ میں مذکور ہے:

والجنة حق والنار حق وهما مخلوقتان موجودتان باقيتان لا تفنيان ولا يفنى اهلهما. یعنی جنت و دوزخ کا وجود برحق ہے، یہ دونوں پیدا کی ہوئی موجود ہیں، باقی رہیں گی کبھی فنا نہیں ہوں گی، نہ ان کے اہل فنا ہوں گے۔[21]

اہلِ سنت کے اس عقیدہ کے برعکس ابن تیمیہ کا نظریہ تھا کہ: "جنت اور اہلِ جنت تو ہمیشہ رہیں گے لیکن ایک مدت کے بعد جہنم اور اہلِ جہنم فنا کر دیے جائیں گے، یا جہنم اور اہلِ جہنم تو باقی رہیں گے لیکن عذاب والی کیفیت ختم کر دی جائے گی۔"

یہی عقیدہ فرقہ جہمیہ کا تھا، جس کے بارے میں علامہ سعد الدین تفتازانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

وهو قول مخالف للكتاب والسنة والاجماع، وليس عليه شبهة فضلاً عن حجة. یعنی جہمیہ (اور ابن تیمیہ) کا یہ فاسد نظریہ کتاب و سنت اور اجماع امت کے خلاف ہے، اس پر دلیل ہونا تو دور کی بات، کوئی شبہ بھی پیش نہیں کیا جا سکتا۔[22]

---

(21) شرح العقائد النسفیہ، ص249 تا 252، مکتبۃ المدینہ، کراچی

(22) شرح العقائد النسفیہ، ص253، مکتبۃ المدینہ، کراچی

ابن تیمیہ کے اس فاسد عقیدہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس کی کتاب کا محقق لکھتا ہے:

فقد شاع واشتهر على ألسنة كثير من الدارسين لمسائل العقيدة القول بأن شيخ الإسلام ابن تيمية يميل إلى القول بفناء النار، وأن له في ذلك رسالة، وأن ما كتبه تلميذه العلامة ابن القيم في كتابه: ''حادي الأرواح إلى بلاد الأفراح'' في الباب السابع والستين حول هذه المسألة - مسألة فناء النار - قد استقاه من كلام شيخه ابن تيمية في تلك الرسالة.

ترجمہ: علم الکلام پڑھنے والے بہت سے طلبہ میں یہ بات مشہور ہو چکی ہے کہ ابن تیمیہ جہنم کے فنا ہونے کے قول کی طرف مائل ہے، اور ان کا اس موضوع پر ایک رسالہ بھی ہے۔ نیز اس کے شاگرد ابن قیم نے اپنی کتاب ''حادی الارواح الی بلاد الافراح'' کے باب نمبر 67 میں اس مسئلہ (یعنی جہنم کے فنا ہونے کے بارے میں) جو کچھ لکھا ہے، وہ اپنے شیخ ابن تیمیہ کے اس رسالہ کے کلام سے ماخوذ ہے۔ (23)

خود ابن تیمیہ کی گواہی ملاحظہ کریں، جنت و دوزخ کے دائمی بقاء میں فرق بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

الفرق بين بقاء الجنة والنار شرعا وعقلا

فأما شرعا فمن وجوه:

---

(23) مقدمة المحقق، الرد على من قال بفناء الجنة والنار، ص 5، دار بلنسية، رياض

أحدها: أن الله أخبر ببقاء نعيم الجنة ودوامه، وأنه لا نفاد له ولا انقطاع في غير موضع من كتابه، كما أخبر أن أهل الجنة لا يخرجون منها، وأما النار وعذابها فلم يخبر ببقاء ذلك، بل أخبر أن أهلها لا يخرجون منها.

الثاني: أنه أخبر بما يدل على أنه ليس بمؤبد في عدة آيات.

الثالث: أن النار لم يذكر فيها شيء يدل على الدوام.

الرابع: إن النار قيدها بقوله: {لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا}، وقوله: {خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ} وقوله: {مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ}، **فهذه ثلاث آيات تقتضي قضية مؤقتة**، أو معلقة على شرط، وذاك دائم مطلق، ليس بمؤقت ولا معلق.

ترجمہ: جنت اور جہنم کے بقاء میں شرعی اور عقلی فرق

شرعی اعتبار سے چند دلائل ہیں:

پہلی دلیل: اللہ تعالیٰ نے جنت کی نعمت کے بقاء اور اس کے دوام کا ذکر کیاہے، اور یہ کہ وہ کبھی ختم نہیں ہو گی، جیسا کہ اس نے یہ بھی بیان کیا کہ اہل جنت اس سے نکالے نہیں جائیں گے۔ لیکن جہنم اور اس کے عذاب کے بارے میں اس نے بقاء کا ذکر نہیں کیا، بلکہ صرف یہ فرمایا کہ اس کے باشندے وہاں سے نہیں نکلیں گے۔

دوسری دلیل: اس نے ایسی آیات بیان کی ہیں جو اس بات کی دلیل ہیں کہ جہنم کا عذاب دائمی نہیں۔

تیسری دلیل: جہنم کے بارے میں کوئی ایسی صریح دلیل نہیں جو دوام پر دلالت کرتی ہو۔

چوتھی دلیل: جہنم کو اس نے مقید کیا ہے ان الفاظ میں:

{لٰبِثِیۡنَ فِیۡهَاۤ اَحۡقَابًا}۔(وہ اس میں لمبے عرصے تک رہیں گے)۔

{خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَاۤ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ}۔(ہمیشہ اس میں رہیں گے، مگر جو اللہ چاہے)۔

{ مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الۡاَرۡضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ }۔(آسمانوں اور زمین کے بقاء تک، مگر جو تیرا رب چاہے)۔

یہ تینوں آیات جہنم کے عارضی یا مشروط بقاء پر دلالت کرتی ہیں، جبکہ جنت کا نعمت ہونا دائمی اور غیر مشروط ہے۔(24)

ایک اور مقام پر جنت و جہنم کے بقاء میں عقلی فرق بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

أن الجنة من مقتضى رحمته ومغفرته، والنار من عذابه... فالنعيم من موجب أسمائه التي هي من لوازم ذاته فيجب دوامه بدوام معاني أسمائه وصفاته.

وأما العذاب فإنما هو من مخلوقاته، والمخلوق قد يكون له انتهاء مثل الدنيا وغيرها، لاسيما مخلوق خلق تتعلق بغيره.

ترجمہ: عقلی دلیل: جنت اس کی رحمت اور مغفرت کا تقاضا ہے، اور جہنم

---

(24)الرد علی من قال بفناء الجنۃ والنار، ص80، دار بلنسیۃ، ریاض

اس کے عذاب کا۔۔۔پس نعمت اس کے اسماء وصفات کے تقاضوں میں سے ہے، جو اس کی ذات کے لوازم ہیں، اس لیے وہ اس کے اسماء وصفات کے دوام کے ساتھ دائمی ہو گی۔ جبکہ عذاب اس کی مخلوقات میں سے ہے، اور مخلوق کا ایک اختتام ہو سکتا ہے، جیسے دنیا وغیرہ، خاص طور پر وہ مخلوق جو کسی اور کے تعلق سے بنائی گئی ہو۔ (25)

ایک اور مقام پر جہنم کے فناء کو ثابت کرنے کی لاحاصل کوشش کرتے ہوئے لکھتا ہے:

أنه قد أخبر أن أهل الجنة والنار لا يموتون كما في الحديث الصحيح يؤتى بالموت في صورة كبش، فيذبح بين الجنة والنار، ويقال: يا أهل الجنة، خلود ولا موت فيها ويا أهل النار خلود ولا موت فيها كل خالد فيما هو فيه، فإذا كانوا لا يموتون فلا بد لهم من دار يكونون فيها، ومحال أن يعذبوا بعد دخول الجنة فلم يبق إلا دار النعيم، والحى لا يخلو من لذة أو ألم، **فإذا انتفى الألم تعينت اللذة الدائمة**.

ترجمہ: روایات میں خبر دی گئی ہے کہ جنت اور جہنم والے مریں گے نہیں، جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے: "موت کو ایک مینڈھے کی صورت میں لایا جائے گا، پھر جنت اور جہنم کے درمیان ذبح کیا جائے گا، اور کہا جائے گا: اے جنت والو! ہمیشہ رہنا ہے، اب موت نہیں۔ اور اے جہنم والو! ہمیشہ رہنا ہے،

(25) الرد علی من قال بفناء الجنة والنار، ص 81، دار بلنسیة، ریاض

اب موت نہیں۔ ہر شخص جہاں ہے، وہیں ہمیشہ رہے گا۔ جب وہ نہیں مریں گے، تو ضروری ہے کہ وہ کسی جگہ رہیں۔ اب چونکہ جنت میں داخل ہونے کے بعد عذاب ممکن نہیں، تو صرف دائمی نعمت ہی باقی رہ جاتی ہے۔ زندہ شخص لذت یا تکلیف کے بغیر نہیں رہ سکتا، لہٰذا جب تکلیف ختم ہو جائے گی، تو صرف دائمی لذت باقی رہے گی۔ (26)

ایک اور جگہ یہی بات ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے:

السابع قول من يقول بل يفنيها ربها وخالقها تبارك وتعالى فانه جعل لها أمدا تنتهي إليه ثم تفنى ويزول عذابها . شيخ الإسلام وقد نقل هذا القول عن عمر وابن مسعود وأبي هريرة وأبي سعيد وغيرهم وقد روى عبد بن حميد وهو من اجل أئمة الحديث في تفسيره المشهور حدثنا سليمان بن حرب حدثنا حماد بن سلمة عن ثابت عن الحسن قال قال عمر: لولبث أهل النار في النار كقدر رمل عالج لكان لهم على ذلك يوم يخرجون فيه وقال حدثنا حجاج بن منهال عن حماد بن سلمة عن حميد عن الحسن أن عمر بن الخطاب قال لو لبث أهل النار في النار عدد رمل عالج لكان لهم يوم يخرجون منه ذكر ذلك في تفسير قوله تعالى: {لَابِثِينَ فِيهَآ أَحْقَاباً} فقد رواه عبد وهو من الأئمة الحفاظ وعلماء السنة عن هذين الجليلين وكلاهما عن حماد بن سلمة وحسبك به وحماد يرويه عن ثابت وحميد

(26) الرد علی من قال بفناء الجنۃ والنار، ص 87، دار بلنسیۃ، ریاض

وكلاهما يرويه عن الحسن وحسبك بهذا الإسناد جلالة والحسن وإن لم يسمع من عمر فإنما رواه عن بعض التابعين ولو لم يصح عنده ذلك عن عمر لما جزم به.

ترجمہ: ساتواں قول: بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اس (جہنم) کا رب اور خالق تبارک وتعالیٰ اسے فنا کر دے گا، کیونکہ اس نے اس کے لیے ایک مدت مقرر کر رکھی ہے جس کے بعد وہ ختم ہو جائے گی اور اس کا عذاب زائل ہو جائے گا۔ ابن تیمیہ نے یہ قول حضرت عمر، ابن مسعود، ابو ہریرہ، ابو سعید خدری اور دیگر صحابہ سے نقل کیا ہے۔ امام عبد بن حمید (جو حدیث کے بڑے ائمہ میں سے ہیں) نے اپنی مشہور تفسیر میں روایت کیا ہے: سلیمان بن حرب نے ہمیں حماد بن سلمہ سے، انہوں نے ثابت سے، اور انہوں نے حسن بصری سے روایت کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر اہل جہنم ریت کے ذروں کے برابر بھی عرصہ جہنم میں رہیں، تو ایک دن ایسا آئے گا جب وہ اس سے نکالے جائیں گے۔" نیز انہوں نے حجاج بن منہال سے روایت کی، وہ حماد بن سلمہ سے، وہ حمید سے، وہ حسن بصری سے کہ حضرت عمر بن خطاب نے فرمایا: اگر اہل جہنم ریت کے ذروں کے برابر عرصہ جہنم میں رہیں، تو ایک دن ایسا آئے گا جب وہ اس سے نکلیں گے۔ یہ بات انہوں نے {لٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا} کی تفسیر میں ذکر کی ہے۔ عبد بن حمید (جو ائمہ حفاظ اور اہل سنت کے علماء میں سے ہیں) نے یہ روایت ان دو جلیل القدر راویوں سے بیان کی ہے، اور دونوں

سندوں میں حماد بن سلمہ موجود ہیں، جو ثابت اور حمید دونوں سے روایت کرتے ہیں، اور یہ دونوں حسن بصری سے روایت کرتے ہیں۔ اگرچہ حسن بصری نے براہ راست حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا، لیکن انہوں نے یہ بات کسی تابعی سے روایت کی ہے، اور اگر انہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ بات ثابت نہ ہوتی، تو وہ اسے قطعی طور پر بیان نہ کرتے۔[27]

ابن تیمیہ کے اسی عقیدہ اور ابن قیم کے دفاع کا رد کرتے ہوئے علامہ فضل رسول بدایونی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

والمسلمون بعد دخول الجنة والكفار بعد دخول النار لا يخرجون منهما أبداً بإجماع المسلمين خلافا لابن تيمية في النار، وقد نقل هو القول بفناء النار عن ابن مسعود وابن عمرو أبي سعيد و ابن عباس وغيرهم وقد نصر هذا القول ابن القيم كشيحه ابن تيمية، وهو مذهب متروك وقول مهجور لا يصار إليه ولا يقول عليه، وقد أول ذلك كله الجمهور، وأجابوا عن الآيات التي ذكرها بنحو عشرين وجها، وعما نقل عن أولئك الأصحاب بأن معناه ليس فيها أحد من عصاة المؤمنين، أما مواضع الكفار فهي ممتلئة منهم لا يخرجون منها أبدا كما ذكر الله تعالى في آيات كثيرة.

ترجمہ: مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جنت میں داخل ہونے کے بعد مسلمان اور جہنم میں داخل ہونے کے بعد کافر کبھی بھی ان سے نہیں نکلیں گے (ابن

(27) حادی الارواح الی بلاد الافراح، 1/249، دار الکتب العلمیہ، بیروت

تیمیہ کے جہنم کے بارے میں قول کے خلاف)۔ ابن تیمیہ نے جہنم کے فنا ہونے کا قول ابن مسعود، ابن عمر، ابو سعید خدری، ابن عباس اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے نقل کیا ہے۔ اس کے شاگرد ابن قیم نے بھی اپنے شیخ کی طرح اس قول کی تائید کی ہے۔ لیکن یہ ایک متروک مذہب اور مردود قول ہے، جس کی طرف رجوع نہیں کیا جاتا۔ جمہور علماء نے ان تمام دلائل کی توجیہ کی ہے اور ان آیات کے جواب میں تقریباً بیس وجوہات پیش کی ہیں۔ نیز جو روایات صحابہ سے منقول ہیں، ان کی تاویل یہ کی گئی ہے کہ اس سے مراد وہ گنہگار مسلمان ہیں جو جہنم سے نکل آئیں گے، جبکہ کافر ہمیشہ جہنم میں رہیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات میں بیان فرمایا ہے۔[28]

4: وسیلہ کا انکار:

توسل بھی ان امور میں سے ہے جس کے جواز اور عمل پر امت کا اتفاق تھا، سب سے پہلے وسیلہ کا انکار کرنے والا بدعتی ابن تیمیہ ہی تھا، اس سے پہلے کسی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا کسی ولی کو اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ بنا کر دعا مانگنے سے منع نہیں کیا، نہ اسے ناجائز امور میں شمار کیا۔ یہ بدعت سب سے پہلے ابن تیمیہ نے ایجاد کی۔ چنانچہ لکھتا ہے:

أَنَّ التَّوَسُّلَ يَكُونُ فِي حَيَاتِهِ وَبَعْدَ مَوْتِهِ وَفِي مَغِيبِهِ وَحَضْرَتِهِ وَلَمْ يَقُلْ أَحَدٌ.

ترجمہ: توسل (کسی کو وسیلہ بنانا) اس کی زندگی میں ہو یا موت کے بعد، عدم

(28) المعتقد والمنتقد، 1/ 187، برکاتی پبلشرز، کراچی

موجودگی میں ہو یا اس کی موجودگی میں، اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔[29]

ایک جگہ لکھا:

فَإِنَّ طَلَبَ شَفَاعَتِهِ وَدُعَائِهِ وَاسْتِغْفَارِهِ بَعْدَ مَوْتِهِ وَعِنْدَ قَبْرِهِ لَيْسَ مَشْرُوعًا عِنْدَ أَحَدٍ مِنْ أَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَلَا ذَكَرَ هَذَا أَحَدٌ مِنَ الْأَئِمَّةِ الْأَرْبَعَةِ وَأَصْحَابِهِ الْقُدَمَاءِ وَإِنَّمَا ذَكَرَ هَذَا بَعْضُ الْمُتَأَخِّرِينَ...

لَمْ يُنْقَلْ عَنْ أَحَدِ السَّلَفِ وَيَأْمُرُ الْأُمَّةَ أَنْ يَطْلُبُوا الدُّعَاءَ وَالشَّفَاعَةَ وَالِاسْتِغْفَارَ - بَعْدَ مَوْتِ الْأَنْبِيَاءِ وَالصَّالِحِينَ - مِنْهُمْ عِنْدَ قُبُورِهِمْ وَهُوَ أَمْرٌ لَمْ يَفْعَلْهُ أَحَدٌ مِنْ سَلَفِ الْأُمَّةِ؟

ترجمہ: بے شک کسی نبی یا صالح شخص کی موت کے بعد اس کی شفاعت، دعا اور مغفرت طلب کرنا اور اس کی قبر کے پاس یہ چیزیں مانگنا ائمہ مسلمین میں سے کسی کے نزدیک مشروع نہیں ہے۔ نہ ہی ائمہ اربعہ (چاروں امام) یا ان کے قدیم اصحاب میں سے کسی نے اس کا ذکر کیا ہے۔ بلکہ بعض متاخرین نے ہی اس کا تذکرہ کیا ہے۔

سلف صالحین میں سے کسی سے یہ منقول نہیں کہ انہوں نے امت کو یہ حکم دیا ہو کہ وہ انبیاء اور صالحین کی موت کے بعد ان کی قبروں کے پاس جا کر ان سے دعا، شفاعت یا مغفرت طلب کریں۔ اور یہ ایسا کام ہے جسے امت کے اسلاف میں سے کسی نے بھی نہیں کیا۔[30]

---

(29) مجموع الفتاوی، 1/106، دار الوفاء بیروت

(30) مجموع الفتاوی، 1/241، دار الوفاء بیروت

مزید لکھتا ہے:

قد علم بالاضطرار والتواتر من دین الإسلام وبإجماع سلف الأمة وأئمتها أن ذلك لیس بواجب ولا مستحب، وعلم أنه لم یکن النبی صلی الله علیه وسلم بل ولا أحد من الأنبیاء قبله شرعوا للناس أن یدعوا الملائکة والأنبیاء والصالحین ویستشفعوا بهم، لا بعد مماتهم ولا فی مغیبهم.

فلا یقول أحد: یا ملائکة الله اشفعوا لی عند الله، سلوا الله لنا أن ینصرنا أو یرزقنا أو یهدینا.

وکذلك لا یقول لمن مات من الأنبیاء والصالحین: یا نبی الله، یا رسول الله! ادع الله لی، سل الله لی، استغفر الله لی، سل الله لی أن یغفر لی أو یهدینی أو ینصرنی أو یعافینی.

ترجمہ: یہ بات ضروریاتِ دین میں سے متواتر طور پر معلوم ہے اور امت کے اسلاف اور ائمہ کے اجماع سے ثابت ہے کہ یہ (فوت شدگان کو بارگاہ الٰہی میں وسیلہ بنانا) نہ تو واجب ہے اور نہ ہی مستحب۔ اور یہ بات معلوم ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے بلکہ آپ سے پہلے کسی نبی نے بھی لوگوں کو یہ اجازت نہیں دی کہ وہ فرشتوں، انبیاء اور صالحین کو پکاریں اور ان کے ذریعے شفاعت طلب کریں، نہ ان کی موت کے بعد اور نہ ہی ان کی غیر موجودگی میں۔

پس کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ: اے اللہ کے فرشتو! میرے لیے اللہ کے ہاں سفارش کرو، یا اللہ سے ہمارے لیے دعا کرو کہ وہ ہمیں نصرت دے، یا

رزق دے، یا ہدایت دے۔

اسی طرح جو انبیاء اور صالحین فوت ہو چکے ہیں، ان سے یہ نہیں کہا جائے گا: اے اللہ کے نبی! اے اللہ کے رسول! میرے لیے اللہ سے دعا کرو، میرے لیے اللہ سے مغفرت طلب کرو، اللہ سے میرے لیے دعا کرو کہ وہ مجھے بخش دے، یا ہدایت دے، یا نصرت دے، یا عافیت دے۔[31]

توسل کے بارے میں مروی روایات اور معمولاتِ صحابہ کا انکار کرتے ہوئے اور ان میں باطل تاویلات کرتے ہوئے ایک جگہ لکھا:

وَأَمَّا التَّوَسُّلُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّوَجُّهُ بِهِ فِي كَلَامِ الصَّحَابَةِ فَيُرِيدُونَ بِهِ التَّوَسُّلَ بِدُعَائِهِ وَشَفَاعَتِهِ. وَالتَّوَسُّلُ بِهِ فِي عُرْفِ كَثِيرٍ مِنَ الْمُتَأَخِّرِينَ يُرَادُ بِهِ الْإِقْسَامُ بِهِ وَالسُّؤَالُ بِهِ كَمَا يُقْسِمُونَ بِغَيْرِهِ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَمَنْ يَعْتَقِدُونَ فِيهِ الصَّلَاحَ. وَحِينَئِذٍ فَلَفْظُ التَّوَسُّلِ بِهِ يُرَادُ بِهِ مَعْنَيَانِ صَحِيحَانِ بِاتِّفَاقِ الْمُسْلِمِينَ **وَيُرَادُ بِهِ مَعْنًى ثَالِثٌ لَمْ تَرِدْ بِهِ سُنَّةٌ.** فَأَمَّا الْمَعْنَيَانِ الْأَوَّلَانِ - الصَّحِيحَانِ بِاتِّفَاقِ الْعُلَمَاءِ: - فَأَحَدُهُمَا هُوَ أَصْلُ الْإِيمَانِ وَالْإِسْلَامِ وَهُوَ التَّوَسُّلُ بِالْإِيمَانِ بِهِ وَبِطَاعَتِهِ. وَالثَّانِي دُعَاؤُهُ وَشَفَاعَتُهُ كَمَا تَقَدَّمَ: فَهَذَانِ جَائِزَانِ بِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ وَمِنْ هَذَا قَوْلُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ: اللَّهُمَّ إِنَّا كُنَّا إِذَا أَجْدَبْنَا تَوَسَّلْنَا إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا فَتَسْقِينَا وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا أَيْ بِدُعَائِهِ وَشَفَاعَتِهِ وقوله

(31) قاعدۃ جلیلۃ فی التوسل والوسیلۃ، ص26، مکتبہ فرقان، عجمان

تَعَالَى {وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ} أَيْ الْقُرْبَةَ إِلَيْهِ بِطَاعَتِهِ؛ وَطَاعَةُ رَسُولِهِ طَاعَتُهُ قَالَ تَعَالَى: {مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ} . فَهَذَا التَّوَسُّلُ الْأَوَّلُ هُوَ أَصْلُ الدِّينِ وَهَذَا لَا يُنْكِرُهُ أَحَدٌ مِنْ الْمُسْلِمِينَ. وَأَمَّا التَّوَسُّلُ بِدُعَائِهِ وَشَفَاعَتِهِ ـ كَمَا قَالَ عُمَرُ ـ فَإِنَّهُ تَوَسَّلَ بِدُعَائِهِ لَا بِذَاتِهِ؛ وَلِهَذَا عَدَلُوا عَنْ التَّوَسُّلِ بِهِ إلَى التَّوَسُّلِ بِعَمِّهِ الْعَبَّاسِ وَلَوْ كَانَ التَّوَسُّلُ هُوَ بِذَاتِهِ لَكَانَ هَذَا أَوْلَى مِنْ التَّوَسُّلِ بِالْعَبَّاسِ فَلَمَّا عَدَلُوا عَنْ التَّوَسُّلِ بِهِ إلَى التَّوَسُّلِ بِالْعَبَّاسِ: عُلِمَ أَنَّ مَا يُفْعَلُ فِي حَيَاتِهِ قَدْ تَعَذَّرَ بِمَوْتِهِ؛ بِخِلَافِ التَّوَسُّلِ الَّذِي هُوَ الْإِيمَانُ بِهِ وَالطَّاعَةُ لَهُ فَإِنَّهُ مَشْرُوعٌ دَائِمًا.

فَلَفْظُ التَّوَسُّلِ يُرَادُ بِهِ ثَلَاثَةُ مَعَانٍ: ـ (أَحَدُهَا التَّوَسُّلُ بِطَاعَتِهِ فَهَذَا فَرْضٌ لَا يَتِمُّ الْإِيمَانُ إلَّا بِهِ. وَ (الثَّانِي التَّوَسُّلُ بِدُعَائِهِ وَشَفَاعَتِهِ **وَهَذَا كَانَ فِي** حَيَاتِهِ وَيَكُونُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَتَوَسَّلُونَ بِشَفَاعَتِهِ. وَ (الثَّالِثُ التَّوَسُّلُ بِهِ بِمَعْنَى الْإِقْسَامِ عَلَى اللهِ بِذَاتِهِ وَالسُّؤَالِ بِذَاتِهِ فَهَذَا هُوَ الَّذِي لَمْ تَكُنْ الصَّحَابَةُ يَفْعَلُونَهُ فِي الِاسْتِسْقَاءِ وَنَحْوِهِ لَا فِي حَيَاتِهِ وَلَا بَعْدَ مَمَاتِهِ لَا عِنْدَ قَبْرِهِ وَلَا غَيْرِ قَبْرِهِ وَلَا يُعْرَفُ هَذَا فِي شَيْءٍ مِنْ الْأَدْعِيَةِ الْمَشْهُورَةِ بَيْنَهُمْ وَإِنَّمَا يُنْقَلُ شَيْءٌ مِنْ ذَلِكَ فِي أَحَادِيثَ ضَعِيفَةٍ مَرْفُوعَةٍ وَمَوْقُوفَةٍ أَوْ عَمَّنْ لَيْسَ قَوْلُهُ حُجَّةً كَمَا سَنَذْكُرُ ذَلِكَ إنْ شَاءَ اللهُ تَعَالَى.

ترجمہ: صحابہ کرام کے کلام میں نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ توسل اور آپ کی طرف متوجہ ہونے سے مراد آپ کی دعا اور شفاعت کے ذریعے

توسل کرنا ہے۔ جبکہ بہت سے متأخرین کے ہاں توسل سے مراد آپ کی قسم کھانا یا آپ کے ذریعے سوال کرنا ہوتا ہے، جیسے وہ دوسرے انبیاء، صالحین یا جنہیں وہ صالح سمجھتے ہیں، کی قسم کھاتے ہیں۔ اس طرح توسل کے لفظ سے تین معنی مراد لیے جاتے ہیں: دو معنی تو تمام مسلمانوں کے اتفاق سے صحیح ہیں، جبکہ تیسرا معنی ایسا ہے جس پر کوئی حدیث وارد نہیں۔

پہلا معنی: اصلِ ایمان اور اسلام ہے، یعنی آپ پر ایمان لانے اور آپ کی اطاعت کے ذریعے توسل کرنا۔

دوسرا معنی: آپ کی دعا اور شفاعت طلب کرنا، جیسا کہ پہلے ذکر ہوا۔ یہ دونوں طریقے مسلمانوں کے اجماع سے جائز ہیں۔ اسی میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا قول شامل ہے: اے اللہ! ہم جب قحط میں مبتلا ہوتے تو اپنے نبی کے وسیلے سے تیری بارگاہ میں دعا کرتے اور تو ہمیں بارش عطا فرماتا۔ اب ہم تیرے نبی کے چچا کے وسیلے سے تیرے حضور دعا کرتے ہیں، پس ہمیں بارش عطا فرما۔ یعنی ان کی دعا اور شفاعت کے ذریعے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان: "اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو" سے مراد اس کی اطاعت کے ذریعے اس کا قرب حاصل کرنا ہے۔ رسول کی اطاعت درحقیقت اللہ ہی کی اطاعت ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ ہی کی اطاعت کی۔ پس یہ پہلا توسل دین کی بنیاد ہے اور اسے کوئی مسلمان انکار نہیں کرتا۔

تیسرا معنی: اللہ کے سامنے نبی کی ذات کی قسم کھانا یا ان کی ذات کے

ذریعے سوال کرنا۔ صحابہ کرام اس طرح کا توسل نہ تو نبی کی زندگی میں کرتے تھے اور نہ ہی آپ کی وفات کے بعد، نہ قبر کے پاس اور نہ ہی کہیں اور یہ طریقہ ان کے معروف دعاؤں میں سے نہیں ملتا۔ البتہ کچھ ضعیف مرفوع اور موقوف احادیث یا غیر معتبر لوگوں سے ایسی باتیں منقول ہیں۔ (32)

تبصرہ رضوی:

اس مقام پر ابن تیمیہ نے اپنے علمی گھمنڈ میں وسیلہ کی تین اقسام بنائیں، تینوں اقسام مع احکام ملاحظہ فرمائیں۔

1: حضور علیہ السلام پر ایمان لانا اور آپ کی اطاعت کرنا یعنی ایمان و نیک اعمال کا وسیلہ۔ (اس وسیلہ کو فرض قرار دیا)۔

2: حضور علیہ السلام کی دعا و شفاعت کو وسیلہ بنانا۔ (اس کو حضور علیہ السلام کی ظاہری حیات و روزِ قیامت کے ساتھ خاص قرار دیا۔)

3: حضور علیہ السلام کی ذات گرامی کو اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ بنا کر اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا۔ (اس کا ابن تیمیہ نے شدت سے انکار کیا۔)

پہلی قسم کا جواز ما بین الخصمین متفق علیہ ہے۔

دوسری قسم میں وسیلہ مصطفوی کو حضور علیہ السلام کی حیات کے ساتھ خاص اور شفاعتِ مصطفی کو قیامت کے ساتھ مقید کرنا اعلی درجے کی جہالت و بد بختی ہے۔

---

(32) مجموع الفتاوی، 1 / 201، 202، دار الوفاء، بیروت

تیسری قسم کا سرے سے انکار کر دینا ابن تیمیہ کا تفرد ہے، اس سے پہلے یوں وسیلہ کی تقسیم کرنا، کسی کو جائز کسی کو ناجائز قرار دینا، یا وسیلہ کو حضور علیہ السلام کی حیاتِ ظاہری وروزِ قیامت تک محدود کرنا، یہ وہ غلیظ حرکت ہے جو ابن تیمیہ سے پہلے کسی نے نہیں کی، بلکہ اسلاف کرام و متقدمین علماء نے مطلقاً وسیلہ کو جائز قرار دیا۔

حدیث توسل بالعباس کی بحث اور **ابن تیمیہ کا رد** کرتے ہوئے علامہ نور بخش توکلی علیہ الرحمہ سیرت رسول عربی صفحہ 738 تا 739 میں فرماتے ہیں:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں سنہ 18 ھ میں جسے عام الرمادۃ کہتے ہیں، سخت قحط پڑا چوپائے اور انسان بھوک کی شدت سے مرنے لگے۔ لوگوں نے تنگ آکر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے استسقاء کے لئے درخواست کی جسے امام بخاری علیہ الرحمہ نے یوں نقل کیا ہے:

عن انس بن مالك ان عمر بن الخطاب رضی الله تعالیٰ عنه كان اذا قحطوا استسقی بالعباس بن عبد المطلب رضی الله تعالیٰ عنه فقال اللهم انا كنا نتوسل اليك بنبينا صلی الله تعالیٰ عليه وآله وسلم فتسقينا وانا نتوسل اليك بعم نبينا فاسقنا قال فيسقون.

ترجمہ: انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب لوگوں میں قحط پڑا عباس بن عبد المطلب کے وسیلہ سے بارش کی دعا کی اور یوں عرض کیا: یا اللہ! ہم تیری جناب میں

اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ پکڑا کرتے تھے۔ پس تو ہمیں بارش عطا کر دیتا تھا اور اب ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی کے چچا کو وسیلہ بناتے ہیں۔ پس ہمیں بارش عطا کر (قول راوی) پس بارش ہو رہی تھی۔(33)

ابن تیمیہ اور ان کے مقلدین نجدیہ کہتے ہیں: حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر حضرت عباس سے توسل کیا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بعد وفات شریف توسل جائز نہیں۔ ورنہ حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسا نہ کرتے۔ ابن تیمیہ کا یہ اجتہاد ایجادِ بندہ ہے۔ علماء اہل سنت میں سے آج تک کسی نے اس حدیث سے یہ نتیجہ اخذ نہیں کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں حیات و وفات میں اس طرح فرق کرنا کمال درجہ کی شقاوت ہے۔ مسئلہ زیارت و توسل کی مخالفت کا خمیازہ جو ابن تیمیہ کو بھگتنا پڑا ہم اس کی طرف پہلے اشارہ کر آئے ہیں۔ اب ہم حدیث زیر بحث کی نسبت بطریق اختصار حسب ذیل گزارش کرتے ہیں: صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس دعائے باراں میں نام نامی حضرت عباس کو وسیلہ نہیں بنایا۔ بلکہ یوں عرض کیا کہ اے پروردگار ہم تیری جناب میں اپنے نبی کے چچا کا وسیلہ پیش کرتے ہیں۔ اگرچہ نام نامی لے کر وسیلہ پکڑنا بھی جائز تھا مگر اس موقع پر

---

(33) بخاری، کتاب الاستسقاء، باب سؤال الناس الامام۔۔۔الخ، 1/346، حدیث: 1010، دار الکتب العلمیہ، بیروت

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی قرابت نبوی جتلا کر گویا حضور عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلام ہی کا وسیلہ پیش کرنا منظور تھا۔ چنانچہ خود حضرت عباس اپنی زبان مبارک سے اقرار کرتے ہیں۔

جیسا کہ ''عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری''میں بدیں الفاظ مذکور ہے۔

و فی حدیث ابی صالح فلما صعد عمر و معه العباس المنبر قال عمر رضی الله تعالیٰ عنه: اللهم انا توجهنا الیك بعم نبیك وصنو ابیه فاسقنا الغیث و لا تجعلنا من القانطین ثم قال: قل یا ابا الفضل! فقال العباس: اللهم لم ینزل بلاء الا بذنب و لم یکشف الا بتوبة و قد توجه بی القوم الیك لمکانی من نبیك. (الحدیث)

اور حدیث ابو صالح میں ہے کہ جب حضرت عمر اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما منبر پر چڑھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا اللہ! ہم تیری جناب میں تیرے نبی صلّی اللہ علیہ والہٖ وسلّم کے چچا کو جو بجائے والد نبی کے ہیں، پیش کرتے ہیں تو ہمیں بارش عطا فرما اور ہمیں ناامید نہ کر۔ پھر کہا: اے عباس! تم بھی دعا کرو۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یوں دعا کی: یااللہ! نہیں اتری کوئی بلا مگر گناہ کے سبب سے اور نہیں دور ہوئی مگر توبہ سے اور قوم نے اس واسطے میرا وسیلہ پکڑا ہے کہ میرا تعلق تیرے نبی سے ہے۔[(34)]

---

(34)عمدۃ القاری، کتاب الاستسقاء، باب سؤال الناس الامام۔۔۔الخ، تحت الحدیث:1010، 5/ 255، دارالکتب العلمیہ بیروت

5: عصمتِ انبیاء کا انکار:

اہلِ سنت کے نزدیک انبیاء کا معصوم ہونا ضروری ہے اور یہ عصمت انبیاء اور فرشتوں کا خاصہ ہے، اسی عقیدہ عصمت میں سے یہ بھی ہے کہ احکامِ تبلیغیہ میں انبیائے کرام سے سہو ونسیان محال ہے۔ جبکہ اس کے بر عکس ابن تیمیہ اینڈ کمپنی کا نظریہ ملاحظہ فرمائیں:

وَالْعِصْمَةُ فِيمَا يُبَلِّغُونَهُ عَنْ اللهِ ثَابِتَةٌ فَلَا يَسْتَقِرُّ فِي ذَلِكَ خَطَأٌ بِاتِّفَاقِ الْمُسْلِمِينَ.

ترجمہ: اور انبیائے کرام علیہم السلام جو احکام اللہ کی طرف سے پہنچاتے ہیں، اس میں ان کی معصومیت ثابت ہے، پس ان **امور تبلیغیہ میں کوئی نبی اپنی خطا پر بر قرار نہیں رہتا**، اس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے۔[35]

تبصرہ رضوی:

ابن تیمیہ کا یہ قول کہ "کوئی نبی امور تبلیغیہ میں خطا پر بر قرار نہیں رہتا۔" اس کا واضح مفہوم یہی ہے کہ انبیائے کرام سے امور تبلیغیہ میں خطا ہو سکتی ہے، یہ الگ بات ہے کہ اگر خطا ہو جائے تو وہ اس پر ڈٹ نہیں جاتے بلکہ رجوع کر لیتے ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔۔۔بے دینی و زندیقیت اسی کا نام ہے کہ بے دینی کو دینی لیبل لگا کر عوام کے سامنے پیش کر دیا جائے، ابن تیمیہ نے بھی یہی طریقہ واردات اختیار کیا ہے کہ جو بات عقیدہ عصمت کے خلاف تھی

(35) مجموع الفتاوی، 10/290، دار الوفاء بیروت

اسے ہی عقیدہ عصمت بنا کر پیش کر دیا اور دلیری دیکھیے کہ اس پر تمام مسلمانوں کے اتفاق کا دعوی بھی جڑ دیا۔

ایک اور مقام پر لکھتا ہے:

والملائكة لا تعينهم على الشرك لا في المحيا ولا في الممات ولا يرضون بذلك، ولكن الشياطين قد تعينهم وتتصور لهم في صور الآدميين فيرونهم بأعينهم ويقول أحدهم: أنا إبراهيم، أنا المسيح، أنا محمد، أنا الخضر، أنا أبوبكر، أنا عمر، أنا عثمان، أنا علي، أنا الشيخ فلان. وقد يقول بعضهم عن بعض: هذا هو النبي فلان، أو الشيخ فلان، و هذا هو الخضر، ويكون أولئك كلهم جنًّا يشهد بعضهم لبعض.

ترجمہ: اور فرشتے اِن شرکیہ امور پر اُن کی مدد نہیں کرتے، نہ تو زندگی میں اور نہ ہی موت کے بعد، اور نہ ہی وہ اس پر راضی ہوتے ہیں۔ ہاں! البتہ شیطان ان کی مدد کرتے ہیں، اور انسانوں کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں، چنانچہ لوگ اپنی آنکھوں سے ان شیطانوں کو دیکھتے ہیں، اور ان میں سے کوئی کہتا ہے: میں ابراہیم ہوں، میں مسیح (عیسیٰ) ہوں، **میں محمد ہوں**، میں خضر ہوں، میں ابو بکر ہوں، میں عمر ہوں، میں عثمان ہوں، میں علی ہوں، میں فلاں شیخ ہوں۔

اور بعض شیاطین ایک دوسرے کے بارے میں کہتے ہیں: "یہ فلاں نبی ہیں، یا فلاں شیخ ہیں، اور یہ خضر ہیں۔" حالانکہ وہ سب کے سب جنّات (شیاطین) ہوتے ہیں، جو کہ ایک دوسرے کے لیے گواہی دیتے ہیں۔[36]

(36) قاعدة جليلة في التوسل والوسيلة، ص 22، مکتبہ فرقان، عجمان

تبصرہ رضوی: اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام بلکہ صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما کو یہ شان و مرتبہ عطا فرمایا ہے کہ شیطان یا جنات خواب میں بھی ان کی شکل اختیار نہیں کر سکتے، نہ ہی اپنے آپ کو ان مقدس ہستیوں کی صورت میں ظاہر کر سکتے ہیں۔ اہلِ اسلام کے نزدیک یہ عقیدہ عصمتِ انبیاء کا جزو ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ جو طواغیت، خواب میں اپنے آپ کو انبیاء کرام و شیخین کریمین ظاہر نہیں کر سکتے، وہ بیداری میں خود کو انبیاء کیسے ظاہر سکتے ہیں؟ کیا یہ عصمتِ انبیاء کا انکار نہیں؟ یقیناً ہے بلکہ درپردہ انبیائے کرام و شیخین کریمین کی توہین اور اسلام کی امان کو اٹھانے والی بات ہے۔

6: حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اعتراضات:

تمام مسلمانوں کے نزدیک صحابہ و اہل بیت کی محبت جزو ایمان ہے۔ اہلِ سنت ہر دو قسم کی ہستیوں سے ٹوٹ کر محبت کرتے ہیں، لیکن ابن تیمیہ کے ہاں بالخصوص منہاج السنۃ میں اہل بیت و مولا علی رضی اللہ عنہ سے عداوت و نفرت کی جھلک آپ کو واضح طور پر نظر آئے گی، حتّٰی کہ روافض کے خلاف برسرپیکار شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی بھی اس چیز کو محسوس کیے بغیر نہ رہ سکے، اور ان عبارات کو "موحش جِدّاً" کہنا پڑا۔ ابن تیمیہ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے قلبی عداوت کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں:

وَمَعْلُومٌ أَنَّ اللهَ قَدْ جَعَلَ لِلصَّحَابَةِ مَوَدَّةً فِي قَلْبِ كُلِّ مُسْلِمٍ، لَا سِيَّمَا الْخُلَفَاءُ۔ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ۔، لَا سِيَّمَا أَبُوبَكْرٍ وَعُمَرُ؛ فَإِنَّ عَامَّةَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ

كَانُوا يَوَدُّونَهُمَا وَكَانُوا خَيْرَ الْقُرُونِ. وَلَمْ يَكُنْ كَذَلِكَ عَلِيٌّ، فَإِنَّ كَثِيرًا مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ كَانُوا يُبْغِضُونَهُ وَيَسُبُّونَهُ وَيُقَاتِلُونَهُ.

ترجمہ: اور یہ بات معلوم ہے کہ اللہ نے صحابہ کرام کے لیے ہر مسلمان کے دل میں محبت رکھی ہے، خاص طور پر خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی، اور ان میں بھی خاص طور پر ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی محبت؛ کیونکہ زیادہ تر صحابہ اور تابعین ان دونوں سے محبت کرتے تھے، اور وہ سب سے بہترین لوگ تھے۔ لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں معاملہ اس سے مختلف تھا، کیونکہ بہت سے صحابہ اور تابعین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نفرت کرتے تھے، انہیں برا بھلا کہتے تھے اور ان سے جنگیں کرتے رہے۔ [37]

تبصرہ رضوی:

العیاذ باللہ! ابن تیمیہ نے ان خبیث کلمات سے نہ صرف حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی توہین کی ہے بلکہ صحابہ کرام کی ذواتِ مقدسہ پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کی ہے۔ کیسے ممکن ہے کہ جن سے محبت کا درس حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے دیا ہو، صحابہ کرام ان سے نفرت کرتے رہے ہوں، حقیقت یہ ہے کہ نہ تو صحابہ کرام و تابعین حضرت علی سے نفرت کرتے تھے، نہ انہیں برا بھلا کہتے تھے، ہاں! جو چند ایک مشاجرات ہوئے، ان کی بنیاد بھی نفسانی خواہش یا دنیوی مفاد نہ تھا بلکہ اجتہاد پر مبنی تھے، جن کی وجہ سے کسی فریق کو طعن کرنا جہالت

(37) منہاج السنہ، 7/137، جامعہ سعود، سعودیہ

ہے، یہی وجہ ہے کہ ان امور پر بحث کرنے کو علمائے اسلام نے حرام قرار دیا۔

حضرت علی کی خلافت کو ناقص قرار دینا:

فَالْخِلَافَةُ التَّامَّةُ الَّتِي أَجْمَعَ عَلَيْهَا الْمُسْلِمُونَ، وَقُوتِلَ بِهَا الْكَافِرُونَ، وَظَهَرَ بِهَا الدِّينُ، كَانَتْ خِلَافَةَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ. وَخِلَافَةُ عَلِيٍّ اخْتَلَفَ فِيهَا أَهْلُ الْقِبْلَةِ، وَلَمْ يَكُنْ فِيهَا زِيَادَةُ قُوَّةٍ لِلْمُسْلِمِينَ، [وَلَا قَهْرٌ] وَنَقْصٌ لِلْكَافِرِينَ.

ترجمہ: پس وہ خلافت تامہ جس پر تمام مسلمان متفق ہوئے، جس کے ذریعے کافروں سے قتال کیا گیا، اور جس کے ذریعہ دین غالب آیا وہ ابو بکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کی خلافت تھی۔ جبکہ علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اہلِ قبلہ کا اختلاف رہا، اور ان کے دور خلافت میں نہ تو مسلمانوں کی کوئی قوت میں اضافہ ہوا، نہ ہی کافروں پر کوئی غلبہ حاصل ہوا۔ (38)

حضرت علی کے اسلام کو متنازع بنانا:

إِنَّ عَلِيًّا أَسْلَمَ قَبْلَهُ لَكِنْ عَلِيٌّ كَانَ صَغِيرًا وَإِسْلَامُ الصَّبِيِّ فِيهِ نِزَاعٌ بَيْنَ الْعُلَمَاءِ.

ترجمہ: بے شک علی رضی اللہ عنہ نے ان (صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) سے پہلے اسلام قبول کیا، لیکن وہ اس وقت چھوٹے (نابالغ) تھے، اور نابالغ بچے کے اسلام لانے کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے۔ (39)

---

(38) منہاج السنہ، 4/ 404،403، جامعہ سعود، سعودیہ

(39) منہاج السنہ، ج7، ص155، جامعہ سعود، سعودیہ

ایک اور مقام پر لکھا:

وَعَلِيٌّ يَثْبُتُ لَهُ حُكْمُ الْكُفْرِ وَالْإِيمَانِ وَهُوَ دُونَ الْبُلُوغِ ترجمہ: اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے کفر و ایمان دونوں حکم ثابت ہوتے ہیں، اس حال میں کہ جب وہ نابالغ تھے۔(40)

حضرت علی کی ذات کو متنازع بنانے کی کوشش:

وَقَدْ عُلِمَ قَدْحُ كَثِيرٍ مِنَ الصَّحَابَةِ فِي عَلِيٍّ ترجمہ: یہ بات معلوم ہے کہ بہت سے صحابہ نے علی رضی اللہ عنہ پر طعن و تنقید کی۔(41)

سیدہ فاطمہ کو ایذا دینے والا قرار دینا:

كَانَ قَصْدُهُ أَنْ يَتَزَوَّجَ عَلَيْهَا، فَلَهُ فِي أَذَاهَا غَرَضٌ، بِخِلَافِ أَبِي بَكْرٍ.

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ تھا کہ وہ حضرت فاطمہ کی موجودگی میں دوسرا نکاح کریں، تو اس عمل کے ذریعے حضرت علی، سیدہ پاک کو (سوکن کی) اذیت دینے میں ذاتی غرض رکھتے تھے، بر خلاف ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے۔(42)

7: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کلامِ پاک کا ثواب پہنچانا:

ابن تیمیہ کا یہ نظریہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں کلامِ پاک یا دیگر نیک اعمال کا ثواب بطور ہدیہ پیش کرنا (ایصالِ ثواب کرنا) جائز نہیں ہے۔

---

(40) منہاج السنہ، 8/285، جامعہ سعود، سعودیہ

(41) منہاج السنہ، 7/147، جامعہ سعود، سعودیہ

(42) منہاج السنہ، 4/255، جامعہ سعود، سعودیہ

ابن تیمیہ لکھتا ہے:

ولا يستحب إهداء القرب للنبي - صلى الله عليه وسلم -، بل هو بدعة، هذا هو الصواب المقطوع به. ترجمہ: نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو ایصالِ ثواب کرنا مستحب نہیں ہے، بلکہ بدعت ہے، یہی درست ویقینی اور قطعی حکم ہے۔(43)

علامہ تقی الدین سبکی علیہ الرحمہ نے بڑی شدت کے ساتھ اس باطل نظریے کا رد فرمایا۔ اور شیخ الاسلام علامہ ابن حجر ہیتمی مکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

وأما مَا ادَّعَاهُ من أَنه لَا يجوز إهداء الْقُرْآن للنَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فَالْحق خِلَافه بل يجوز ذَلِك وَالْعجب مِنْهُ كَيفَ سَاغَ لَهُ دَعْوَى إِجْمَاع الْمُسلمين وإفتاء الْمُتَقَدِّمين والمتأخرين على عدم الْجَوَاز وَهل هَذَا إِلَّا مجازفة فِي دين الله تَعَالَى فَإِن جَوَازه كَمَا ترى شَائِع ذائع فِي الْأَعْصَار والأمصار.

ترجمہ: اور جس نے اس بات کا دعویٰ کیا ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو قرآن مجید ہدیہ (ایصالِ ثواب) کرنا جائز نہیں، تو حق اس کے خلاف ہے بلکہ یہ ایصال ثواب جائز ہے۔ اور تعجب ہے اس پر کہ کیسے وہ تمام مسلمانوں کا اجماع اور متقدمین و متاخرین کے عدم جواز کے فتوے کا دعویٰ کر رہا ہے؟ کیا یہ اللہ تعالیٰ کے دین میں تکے بازی نہیں؟ بے شک ایصالِ ثواب کا جواز جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں، تمام زمانوں اور جگہوں میں عام اور مشہور ہے۔(44)

---

(43) المستدرک علی مجموع الفتاوی، 3/149

(44) فتاوی حدیثیہ، 1/13، دار الفکر، بیروت

8: مسئلہ طلاقِ ثلاثہ:

دورِ نبوی سے لے کر آٹھویں صدی تک اہل اسلام کا اس بات پر اتفاق و اجماع تھا کہ ایک وقت میں دی گئی تین طلاقیں، تین ہی ہوتی ہیں، لیکن آٹھویں صدی میں اس امت کے اندر ایک نئے فتنے نے جنم لیا، جس کا روحِ رواں ابن تیمیہ تھا، پہلی دفعہ اس نے اس اجماعی مسئلہ کا انکار کرتے ہوئے فتوی دیا کہ تین طلاقیں یکبارگی واقع نہیں ہوتیں، بلکہ ایک وقت میں دی گئی تین طلاقیں ایک ہی ہوتی ہے۔فیا للعجب

وَكَذَلِكَ إذَا طَلَّقَهَا ثَلَاثًا بِكَلِمَةِ أَوْ كَلِمَاتٍ فِي طُهْرٍ وَاحِدٍ: فَهُوَ مُحَرَّمٌ عِنْدَ جُمْهُورِ الْعُلَمَاءِ. وَتَنَازَعُوا فِيمَا يَقَعُ بِهَا. فَقِيلَ: يَقَعُ بِهَا الثَّلَاثُ. وَقِيلَ: لَا يَقَعُ بِهَا إلَّا طَلْقَةٌ وَاحِدَةٌ وَهَذَا هُوَ الْأَظْهَرُ الَّذِي يَدُلُّ عَلَيْهِ الْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ كَمَا قَدْ بُسِطَ فِي مَوْضِعِهِ... وَقَدْ ثَبَتَ فِي الصَّحِيحِ عَنْ {ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ الطَّلَاقُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَصَدْرًا مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ: طَلَاقُ الثَّلَاثِ وَاحِدَةً} . وَثَبَتَ أَيْضًا فِي مُسْنَدِ أَحْمَد: {أَنَّ رکانة بْنَ عَبْدِ يَزِيدَ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا فِي مَجْلِسٍ وَاحِدٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِيَ وَاحِدَةٌ} وَلَمْ يَثْبُتْ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خِلَافُ هَذِهِ السُّنَّةِ بَلْ مَا يُخَالِفُهَا إمَّا أَنَّهُ ضَعِيفٌ؛ بَلْ مَرْجُوحٌ. وَإِمَّا أَنَّهُ صَحِيحٌ لَا يَدُلُّ عَلَى خِلَافِ ذَلِكَ كَمَا قَدْ بُسِطَ ذَلِكَ فِي مَوْضِعِهِ.

ترجمہ: اسی طرح اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک ہی طُہر (پاکی) کے دوران

ایک لفظ یا متعدد الفاظ کے ذریعے تین طلاقیں دے، تو یہ فعل جمہور علماء کے نزدیک حرام ہے۔ اور اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ اس کے ذریعے کتنی طلاقیں واقع ہوں گی؟ تو ایک قول یہ ہے کہ تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں، جبکہ دوسرا قول یہ ہے کہ صرف ایک طلاق واقع ہوتی ہے۔ اور یہی قول زیادہ راجح ہے، جس کی تائید قرآن و سنت سے ہوتی ہے، جیسا کہ اس پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔ اور صحیح حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: "رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور خلافت میں تین طلاقیں ایک طلاق شمار کی جاتی تھیں۔" اور مسند احمد میں بھی یہ روایت ثابت ہے: "رکانہ بن عبد یزید نے اپنی بیوی کو ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دیں، تو نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: یہ ایک ہی طلاق ہے۔" اور نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے اس سنت کے خلاف کوئی بات ثابت نہیں، بلکہ جو چیز اس کے خلاف ظاہر ہوتی ہے، وہ یا تو ضعیف ہے یا مرجوح (کمزور تر)، اور اگر صحیح بھی ہو تو وہ اس سنت کے خلاف ہونے پر دلالت نہیں کرتی، جیسا کہ اس کی مکمل وضاحت متعلقہ مقام پر کی گئی ہے۔(45)

ایک مقام پر لکھا:

وَلَيْسَ فِي الْأَدِلَّةِ الشَّرْعِيَّةِ: الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَالْإِجْمَاعِ وَالْقِيَاسِ: مَا يُوجِبُ لُزُومَ الثَّلَاثِ لَهُ.

---

(45) مجموع الفتاوی، 33/ 71، مجمع الفھد، سعودیہ

ترجمہ: قرآن وسنت، اجماع و قیاس تمام دلائل شرعیہ میں کوئی ایسی دلیل نہیں ہے جس سے تین طلاقوں کے وقوع کالازم ہوناثابت ہوتاہو۔[46]

9:حالتِ حیض میں دی گئی طلاق کاعدمِ وقوع:

اجماعِ امت سے ہٹ کر ابن تیمیہ نے یہ فتوی دیا کہ حیض میں طلاق دینا چونکہ حرام ہے؛ لہٰذا یہ طلاق واقع نہیں ہوگی۔ اور اگر ابن تیمیہ یا اس کے پیروکاروں سے اس فتوی باطلہ کی دلیل پوچھی جائے تو دلیل کوئی نہیں بلکہ محض قیاسِ فاسدہ پر خرقِ اجماع کی یہ پوری عمارت کھڑی کی گئی ہے۔

فتویٰ ملاحظہ فرمائیں:

”فَأَمَّا “الطَّلَاقُ الْمُحَرَّمُ” مِثْلَ أَنْ يُطَلِّقَهَا فِي الْحَيْضِ أَوْ يُطَلِّقَهَا بَعْدَ أَنْ يَطَأَهَا وَقَبْلَ أَنْ يَبِينَ حَمْلُهَا: فَهَذَا الطَّلَاقُ مُحَرَّمٌ بِاتِّفَاقِ الْعُلَمَاءِ... وَكَذَلِكَ الطَّلَاقُ الْمُحَرَّمُ فِي الْحَيْضِ وَبَعْدَ الْوَطْءِ: هَلْ يَلْزَمُ؟ فِيهِ قَوْلَانِ لِلْعُلَمَاءِ وَالْأَظْهَرُ أَنَّهُ لَا يَلْزَمُ كَمَا لَا يَلْزَمُ النِّكَاحُ الْمُحَرَّمُ وَالْبَيْعُ الْمُحَرَّمُ.“

ترجمہ: رہی ”حرام طلاق“ جیسے کہ مرد اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دے، یا اس سے ہمبستری کرنے کے بعد (اور حمل ظاہر ہونے سے پہلے) طلاق دے۔ تو ایسی طلاق تمام علماء کے نزدیک حرام ہے۔ اسی طرح حیض میں یا ہمبستری کے بعد دی گئی حرام طلاق کے بارے میں یہ سوال ہے کہ: کیا ایسی طلاق واقع ہو جاتی ہے؟ تو اس بارے میں علماء کے دو اقوال ہیں، اور زیادہ ظاہر

---

(46) مجموع الفتاوی، 33/92، مجمع الفھد، سعودیہ

وراجح قول یہ ہے کہ ایسی طلاق واقع نہیں ہوتی، جس طرح حرام نکاح اور حرام خرید وفروخت نافذ نہیں ہوتے۔ (47)

تبصرہ رضوی:

امام بخاری نے تو اپنی صحیح میں باقاعدہ اس پر پورا ایک باب باندھا ہے:

"بَابُ إِذَا طُلِّقَتِ الحَائِضُ تَعْتَدُّ بِذَلِكَ الطَّلَاقِ۔" ترجمہ: یہ باب ہے اس بارے میں کہ اگر حیض والی عورت کو طلاق دی گئی تو وہ اسی طلاق سے اپنی عدت شمار کرے گی۔ (48)

قارئین کرام! ذرا نہیں بلکہ پورا سوچیے کہ اگر حیض کی حالت میں طلاق واقع نہیں ہوتی تو امام بخاری عورت کو عدت پوری کرنے کا حکم کس بنیاد پر دے رہے ہیں؟؟؟ کیا بغیر طلاق ہی عورت عدت شمار کرنے لگے گی؟؟؟

10: جس طہر میں ہمبستری کی ہو، اس میں طلاق کا عدمِ وقوع:

بقول ابن تیمیہ: شوہر نے جس طہر (عورت کی پاکی کے ایام) میں صحبت کی ہو، اس میں دی گئی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ یہاں بھی موصوف کے پاس قیاسِ فاسد کے سوا کوئی دلیل شرعی موجود نہیں، اور اسی قیاس فاسد کے بل بوتے پر پوری امت کے خلاف اپنی الگ ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنالی۔ ملاحظہ فرمائیں:

"فَأَمَّا "الطَّلَاقُ الْمُحَرَّمُ" مِثْلَ أَنْ ... يُطَلِّقَهَا بَعْدَ أَنْ يَطَأَهَا وَقَبْلَ

---

(47) مجموع الفتاوی، 33/71، مجمع الفھد، سعودیہ

(48) بخاری، 3/479، دار الکتب العلمیہ، بیروت

أَنْ يَبِينَ حَمْلُهَا: فَهَذَا الطَّلَاقُ مُحَرَّمٌ بِاتِّفَاقِ الْعُلَمَاءِ. وَالطَّلَاقُ الْمُحَرَّمُ ...بَعْدَ الْوَطْءِ: هَلْ يَلْزَمُ؟ فِيهِ قَوْلَانِ لِلْعُلَمَاءِ وَالْأَظْهَرُ أَنَّهُ لَا يَلْزَمُ كَمَا لَا يَلْزَمُ النِّكَاحُ الْمُحَرَّمُ وَالْبَيْعُ الْمُحَرَّمُ.''

ترجمہ: رہا''حرام طلاق''مثلاً یہ کہ آدمی اپنی بیوی کو (حالتِ طہر میں) ہمبستری کے بعد طلاق دے، جبکہ ابھی اس کے حمل کا پتہ نہ چلا ہو، تو ایسی طلاق تمام علماء کے نزدیک حرام ہے۔ اور ہمبستری کے بعد دی گئی حرام طلاق کے بارے میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ: کیا ایسی طلاق واقع ہو جاتی ہے؟ تو اس بارے میں علماء کے دو قول ہیں: اور زیادہ ظاہر وراجح قول یہ ہے کہ ایسی طلاق واقع نہیں ہوتی، جیسے کہ حرام نکاح اور حرام خرید و فروخت نافذ نہیں ہوتے۔(49)

11: طلاقِ معلق کا واقع نہ ہونا:

کسی شخص نے طلاق کو کسی فعل پر معلق کیا یا کسی کام کے وقوع پر طلاق کی قسم اٹھالی، تو علمائے اسلام کا اس بارے میں یہ اجماعی فتوی یہ ہے کہ فعلِ معلق کے وقوع یا قسم ٹوٹنے کی صورت میں کفارہ وغیرہ کچھ لازم نہیں، البتہ طلاق واقع ہو جائے گی۔

جیسا کہ محمد بن نصر مروزی علیہ الرحمہ (294ھ) فرماتے ہیں:

فإن حلف بطلاق أَوْ عتاق فقد أجمعت الأمة عَلَى أن الطلاق لَا كفارة عَلَيْهِ وأنه إن حنث فِي يمينه فالطلاق لازم له. ترجمہ: اگر کسی شخص نے طلاق

(49) مجموع الفتاوی، 33/71، مجمع الفھد، سعودیہ

یاعتاق کی قسم اٹھائی تو امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ اس پر کوئی کفارہ لازم نہیں، ہاں! اگر اس کی قسم ٹوٹ گئی تو طلاق لازم (واقع) ہو جائے گی۔[(50)]

لیکن اس کے بر عکس ابن تیمیہ کا فتوی یہ ہے کہ قسم ٹوٹنے پر یا تعلیق کے وقوع پر طلاق واقع نہیں ہو گی بلکہ اس صورت میں فقط قسم کا کفارہ لازم ہو گا۔ دلیل یہاں بھی ناپید ہے اور "حرفِ آخر ہے ہمارا کہا ہوا" کے مصداق چونکہ ابن تیمیہ صاحب نے فرمادیا: کہ طلاق نہیں ہوتی تو بس نہیں ہوتی، گُرو جی نے کہہ دیا: کفارہ لازم ہوتا ہے تو بس لازم ہوتا ہے۔ باقی کوئی ان سے دلیلِ شرعی کا مطالبہ نہ کرے۔ الامان والحفیظ

لیجیے ابن تیمیہ کا نایاب فتوی ملاحظہ فرمائیں:

"وَسُئِلَ: عَنْ الْفَرْقِ بَيْنَ الطَّلَاقِ وَالْحَلِفِ وَإِيضَاحِ الْحُكْمِ فِي ذَلِكَ؟"[(51)]

فَأَجَابَ: الصِّيَغُ الَّتِي يَتَكَلَّمُ بِهَا النَّاسُ فِي الطَّلَاقِ وَالْعَتَاقِ وَالنَّذْرِ وَالظِّهَارِ وَالْحَرَامِ "ثَلَاثَةُ أَنْوَاعٍ".

وَلِلْعُلَمَاءِ فِي هَذِهِ الْأَيْمَانِ ثَلَاثَةُ أَقْوَالٍ.

أَحَدُهَا: أَنَّهُ إذَا حَنِثَ لَزِمَهُ مَا حَلَفَ بِهِ.

وَالثَّانِي: لَا يَلْزَمُهُ شَيْءٌ.

والثَّالِثُ: يَلْزَمُهُ كَفَّارَةُ يَمِينٍ.

---

(50) اختلاف الفقہاء، 1/491، اضواء السلف، ریاض

(51) مجموع الفتاوی، 33/57، مجمع الفھد، سعودیہ

وَمِنْ الْعُلَمَاءِ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الْحَلِفِ وَالطَّلَاقِ وَالْعَتَاقِ وَغَيْرِهَا...
وَالْقَوْلُ الثَّالِثُ أَظْهَرُ الْأَقْوَالِ؛

سوال کیا گیا: طلاق اور قسم (حلف) کے درمیان فرق اور اس میں شرعی حکم کی وضاحت کیا ہے؟

جواب دیا گیا: وہ الفاظ (صیغے) جن کے ذریعے لوگ طلاق، غلام آزاد کرنے (عتاق)، نذر، ظہار، اور حرام کرنے کے معاملات بیان کرتے ہیں، تین قسم کے ہوتے ہیں۔

اور اس بارے میں علماء کے تین اقوال ہیں:

1: ایک قول یہ ہے کہ اگر قسم توڑی جائے تو جس چیز کی قسم کھائی گئی ہو وہ لازم ہو جائے گی۔

2: دوسرا قول یہ ہے کہ کچھ بھی لازم نہیں آئے گا۔

3: اور تیسرا قول یہ ہے کہ (طلاق کی) قسم توڑنے پر صرف قسم کا کفارہ لازم آئے گا۔(اور طلاق واقع نہ ہو گی)

اور بعض علماء نے حلف، طلاق، عتاق اور دیگر امور کے درمیان فرق کیا ہے۔ البتہ تیسرا قول (فقط کفارہ لازم ہونے والا قول) ان اقوال میں سب سے زیادہ ظاہر اور راجح ہے۔(52)

ایک اور مقام پر تعلیقِ طلاق کا حکم بیان کیا:

---

(52) مجموع الفتاوی، 33/57-58، مجمع الفھد، سعودیہ

"وَالنَّوْعُ الثَّالِثُ" مِنْ الصِّيَغِ: أَنْ يُعَلِّقَ الطَّلَاقَ أَوْ الْعَتَاقَ أَوْ النَّذْرَ بِشَرْطٍ؛ فَيَقُولُ: إنْ كَانَ كَذَا فَعَلَيَّ الطَّلَاقُ، أَوْ الْحَجُّ، أَوْ فَعَبِيدِي أَحْرَارٌ، وَنَحْوَ ذَلِكَ: فَهَذَا يُنْظَرُ إلَى مَقْصُودِهِ فَإِنْ كَانَ مَقْصُودُهُ أَنْ يَحْلِفَ بِذَلِكَ لَيْسَ غَرَضُهُ وُقُوعَ هَذِهِ الْأُمُورِ - **كَمَنْ لَيْسَ غَرَضُهُ وُقُوعَ الطَّلَاقِ إذَا وَقَعَ الشَّرْطُ - فَحُكْمُهُ حُكْمُ الْحَالِفِ**؛ وَهُوَ مِنْ "بَابِ الْيَمِينِ". وَأَمَّا إنْ كَانَ مَقْصُودُهُ وُقُوعَ هَذِهِ الْأُمُورِ: كَمَنْ غَرَضُهُ وُقُوعُ الطَّلَاقِ عِنْدَ وُقُوعِ الشَّرْطِ: مِثْلَ أَنْ يَقُولَ لِامْرَأَتِهِ: إنَّ أبرأتينى مِنْ طَلَاقِك أَنْتِ طَالِقٌ، فَتُبَرِّئُهُ، أَوْ يَكُونُ غَرَضُهُ أَنَّهَا إذَا فَعَلَتْ فَاحِشَةً أَنْ يُطَلِّقَهَا فَيَقُولُ: إذَا فَعَلْت كَذَا فَأَنْتِ طَالِقٌ؛ بِخِلَافِ مَنْ كَانَ غَرَضُهُ أَنْ يَحْلِفَ عَلَيْهَا لِيَمْنَعَهَا؛ وَلَوْ فَعَلَتْهُ لَمْ يَكُنْ لَهُ غَرَضٌ فِي طَلَاقِهَا فَإِنَّهَا تَارَةً يَكُونُ طَلَاقُهَا أَكْرَهَ إلَيْهِ مِنْ الشَّرْطِ فَيَكُونُ حَالِفًا. وَتَارَةً يَكُونُ الشَّرْطُ الْمَكْرُوهُ أَكْرَهَ إلَيْهِ مِنْ طَلَاقِهَا؛ فَيَكُونُ مُوقِعًا لِلطَّلَاقِ إذَا وُجِدَ"

ترجمہ: تیسری قسم کی صورتیں یہ ہیں کہ کوئی شخص طلاق، عتاق یا نذر کو کسی شرط کے ساتھ معلق کر دے۔ مثلاً کہے: "اگر ایسا ہو تو میری بیوی طلاق یافتہ ہے" یا "مجھ پر حج واجب ہو گا" یا "میرے غلام آزاد ہیں"، یا اس طرح کے دیگر الفاظ۔ اس صورت میں اس شخص کے مقصد کو دیکھا جائے گا:

1: اگر اس کا مقصد صرف قسم کھانا ہو، نہ کہ واقعی طلاق یا دوسرے امور کو وقوع پذیر کرنا (جیسے کوئی شخص طلاق کا ارادہ نہ رکھتا ہو بلکہ صرف قسم کے طور پر کہہ رہا ہو) تو اس کا حکم "قسم" جیسا ہو گا، اور یہ "یمین (قسم)" کے باب سے ہو گا۔

2: لیکن اگر اس کا مقصد واقعی طلاق یا دوسرے امور کو وقوع پذیر کرنا ہو (جیسے کوئی شخص چاہتا ہو کہ اگر شرط پوری ہوئی تو طلاق واقع ہو جائے) تو اس کا حکم مختلف ہو گا۔ مثلاً:

اگر وہ اپنی بیوی سے کہے: "اگر تم نے مجھے طلاق کے حق سے بری کر دیا تو تم طلاق یافتہ ہو"، اور وہ اسے بری کر دے۔

یا اس کا مقصد یہ ہو کہ اگر بیوی نے کوئی برا کام کیا تو وہ اسے طلاق دے دے، جیسے کہے: "اگر تم نے یہ کام کیا تو تم طلاق یافتہ ہو"۔

لیکن اگر اس کا مقصد صرف قسم کھانا ہو (یعنی وہ بیوی کو صرف ڈرانے کے لیے کہہ رہا ہو، اور اگر وہ کام ہو بھی جائے تو وہ طلاق دینے کا ارادہ نہ رکھتا ہو) تو یہ "قسم" شمار ہو گی۔

3: بعض اوقات شرط کا پورا ہونا اس کے لیے طلاق سے بھی زیادہ ناپسندیدہ ہوتا ہے، تو وہ شرط پوری ہونے پر طلاق واقع کرنا چاہتا ہے۔ جبکہ بعض اوقات طلاق اس پر شرط سے بھی زیادہ گراں گزرتی ہے، تو وہ قسم کھانے والے کی طرح ہوتا ہے۔(53)

12: قصداً ترک کی گئی نماز کی قضاء:

اہلِ سنت کے نزدیک اگر خدانخواستہ کسی مسلمان کی نماز قضا ہو جائے، چاہے وہ بھولے سے رہ گئی ہو، کسی شرعی عذر کی وجہ سے رہ گئی ہو یا معاذ اللہ جان بوجھ کر چھوڑ دی ہو، بہر صورت اس کا کفارہ یہ ہے کہ اس چھوڑی گئی نماز کا

(53) مجموع الفتاوی، 33/59، مجمع الفهد، سعودیہ

اعادہ کیا جائے، نیز جان بوجھ کر نماز چھوڑنے کی صورت میں توبہ بھی لازم ہے۔

لیکن ابنِ تیمیہ کا اس مسئلہ میں عجیب و غریب فتوی ہے، وہ یہ کہ معاذاللہ جان بوجھ کر ترک کی گئی نماز کی قضا نہیں ہو گی، بلکہ صرف توبہ سے گزارا ہو جائے گا۔(54)

13: حالتِ حیض میں بیت اللہ شریف کا طواف:

مسلمانوں کے نزدیک عورت ناپاکی کے ایام میں طواف نہیں کر سکتی بلکہ لازم ہے کہ اگر دوران طواف بھی ایسی کیفیت شروع ہو جائے تو فوراً مسجد سے باہر آجائے، اور پاکی کے دنوں کا انتظار کرے۔ اگر پاکی کے دن تک وہاں نہیں رک سکتی یا قانونی معاملات کی وجہ سے رہنے نہیں دیا جاتا تو نفلی طواف، طواف قدوم و طواف وداع ساقط ہو جاتے ہیں، ہاں! طواف زیارۃ جو حج کا رکن ہے وہ اگر رہ رہا ہو تو حکم ہے کہ طواف کر لے، لیکن اس صورت میں بھی بدنہ (اونٹ، گائے وغیرہ) دَم دینا پڑے گا۔ جبکہ اس کے بر عکس ابن تیمیہ جناب نے مطلقاً چھٹی دے دی کہ لو بھئی! جب حالتِ جنابت میں قراءت ہو سکتی ہے تو حالتِ حیض میں طواف کیوں نہیں ہو سکتا۔ حالت حیض میں طواف کی اجازت دیتے ہوئے رقمطراز ہے:

"وَإِذَا كَانَتْ الْقِرَاءَةُ أَفْضَلُ وَهِيَ تَجُوزُ لِلْحَائِضِ مَعَ حَاجَتِهَا إِلَيْهَا فِي أَظْهَرِ قَوْلَيْ الْعُلَمَاءِ فَالطَّوَافُ أَوْلَى أَنْ يَجُوزَ مَعَ الْحَاجَةِ." ترجمہ: اور جب قرآن پڑھنا افضل ہے اور حیض والی عورت کے لیے بہ وقتِ ضرورت قرآن پڑھنا جائز ہے، جیسا کہ علماء کے دو اقوال میں سے زیادہ واضح قول ہے، تو پھر

(54) الفتاوی الکبری، 2/18 دار الکتب العلمیہ بیروت

بوقتِ حاجت حیض کی حالت میں طواف بھی بدرجہ اولیٰ جائز ہے۔(55)

14: غائبانہ نماز جنازہ:

ابن تیمیہ کے کثیر تفردات میں سے ایک تفرد یہ بھی تھا کہ اہل سنت کے نزدیک غائبانہ جنازہ جائز نہیں ہے، لیکن ابن تیمیہ نے یہاں بھی اہل سنت سے ہٹ کر الگ راہ چلنا مناسب سمجھا، چنانچہ شوکانی اپنے فاسد مذہب کے پیشوا ابن تیمیہ کی اس مسئلہ سے متعلق رائے ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

ابن تیمیہ نے غائبانہ جنازہ پڑھنے کے حوالے سے یہ تفصیل اختیار کی ہے کہ غائب کی نماز جائز نہیں ہے، ہاں! اگر وہاں اس میت کی نماز جنازہ نہ پڑھی گئی ہو، جہاں میت نے انتقال کیا تھا تو غائبانہ جنازہ پڑھنا جائز ہے۔

لَا يُصَلَّى عَلَى الْغَائِبِ إِلَّا إِذَا وَقَعَ مَوْتُهُ بِأَرْضٍ لَيْسَ فِيهَا مَنْ يُصَلِّي عَلَيْهِ... وَمِمَّنْ اخْتَارَ هَذَا التَّفْصِيلَ شَيْخُ الْإِسْلَامِ ابْنُ تَيْمِيَّةَ.

غائب پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جاتی، الا یہ کہ اس کی موت ایسی سرزمین میں ہو جہاں اس پر نماز پڑھنے والا کوئی موجود نہ ہو۔۔۔ اور اسی تفصیل کو ابن تیمیہ نے اختیار کیا ہے۔(56)

15: تیل وغیرہ مائعات کا چوہا مرنے سے نجس نہ ہونا:

تفرداتِ ابن تیمیہ میں سے ایک شگوفہ یہ بھی ہے کہ تیل یا پانی وغیرہ

---

(55) مجموع الفتاوی، 26/200، مجمع الفھد، سعودیہ

(56) نیل الاوطار، 4/61، 62، دار الحدیث، مصر

مائع اشیاء میں چوہا، خنزیر وغیرہ گر کر مر جائے تو تب تک پانی ناپاک قرار نہیں دیا جائے گا جب تک پانی کا رنگ، بُو، ذائقہ تبدیل نہ ہو جائے۔ (حالانکہ مذہبِ صحیح میں یہ حکم جاری پانی کا ہے، ہر مائع کا نہیں ہے۔) چنانچہ سوال ہوا:

وَسُئِلَ: عَنْ الزَّيْتِ إِذَا وَقَعَتْ فِيهِ النَّجَاسَةُ مِثْلُ الْفَأْرَةِ وَنَحْوِهَا وَمَاتَتْ فِيهِ، هَلْ يَنْجُسُ أَمْ لَا؟

ترجمہ: سوال کیا گیا کہ اگر تیل میں کوئی نجاست جیسے چوہا وغیرہ کوئی نجس جانور گر جائے اور اسی میں مر جائے تو کیا وہ تیل ناپاک ہو گا یا نہیں؟[57]

اس سوال کا جواب دیتے ہوئے ابن تیمیہ نے حسبِ عادت لمبی چوڑی تقریر کرتے ہوئے مختلف صورتیں بیان کیں اور فیصلہ کرتے ہوئے دوسری صورت کو ترجیح دی، اور اسی کو درست قرار دیتے ہوئے اس پر فتویٰ دیا۔ وہ صورت اور حکم ملاحظہ فرمائیں:

وَأَمَّا الْقَوْلُ الثَّانِي: فَهُوَ قَوْلُ مَنْ يَقُولُ الْقِيَاسُ أَنْ لَا يُنَجَّسَ الْمَاءُ حَتَّى يَتَغَيَّرَ... **وَفِي الْجُمْلَةِ فَهَذَا الْقَوْلُ هُوَ الصَّوَابُ** وَذَلِكَ أَنَّ اللهَ حَرَّمَ الْخَبَائِثَ الَّتِي هِيَ الدَّمُ وَالْمَيْتَةُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَنَحْوُ ذَلِكَ فَإِذَا وَقَعَتْ هَذِهِ فِي الْمَاءِ أَوْ غَيْرِهِ وَاسْتُهْلِكَتْ لَمْ يَبْقَ هُنَاكَ دَمٌ وَلَا مَيْتَةٌ وَلَا لَحْمُ خِنْزِيرٍ أَصلاً.

دوسری رائے یہ ہے کہ قیاس یہی ہے کہ پانی اس وقت تک نجس نہ ہو گا جب تک کہ اس کا رنگ، بو یا ذائقہ نہ بدل جائے۔۔۔ **مجموعی طور پر یہی قول**

(57) مجموع الفتاوی، 21/488، مجمع الفھد، سعودیہ

درست ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ناپاک چیزوں کو حرام قرار دیا ہے، جیسے خون، مردار، خنزیر کا گوشت اور اسی طرح کی دوسری چیزیں۔ پس جب یہ ناپاک چیزیں پانی یا کسی اور مائع چیز میں پڑ جائیں اور ان کا اثر بالکل ختم ہو جائے تو وہاں نہ خون باقی رہتا ہے، نہ مردار اور نہ خنزیر کا گوشت۔[58]

تبصرہ رضوی:

ابن تیمیہ کی دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کوئی پلید چیز (مثلِ خون، مردار، خنزیر وغیرہ) پانی میں گرے اور اس پلیدی کا اثر یعنی رنگ، بُو، ذائقہ پانی میں ظاہر نہ ہو تو پانی پاک ہی رہے گا؛ کیونکہ اللہ نے خبیث اشیاء کو حرام قرار دیا ہے، چونکہ پانی میں ان خبیث اشیاء کا اثر نہیں آیا، اس لیے پانی خبیث (ناپاک) نہ ہوا۔ سبحان اللہ

16: انفرادی طور پر اسمِ ذات کا ذکر کرنا:

شروع اسلام سے اہلِ اسلام کا یہ معمول رہا ہے کہ وہ ذکر الٰہی کے لیے اسم ذات و اسم صفات کا ذکر کرتے رہے ہیں، جیسا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا کفر کی وادیوں میں "احد احد" کی صدائیں بلند کرنا، علماء و مشائخ کا اسم ذات کے ذکر کو اپنے اوراد و وظائف میں شامل رکھنا اس کے افضل ذکر ہونے کی واضح دلیل ہے، لیکن ابن تیمیہ کو یہاں بھی اہل اسلام سے الگ راہ چلنا مناسب لگا، لہٰذا جناب نے اس افضل ذکر کو سیدھا بدعت و بے فائدہ کہہ دیا، اس کے

(58) مجموع الفتاوی، 21 / 501-502، مجمع الفھد، سعودیہ

ثبوت کا صاف انکار کر دیا۔ اور اسی پر بس نہیں بلکہ اس ذکر کو گناہ و خطائے شرعی قرار دے دیا۔ حالانکہ قرآن مجید میں اس کو افضل ذکر کہا گیا ہے:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

{وَ لَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ}۔ ترجمہ کنز الایمان: اور بے شک اللہ کا ذکر سب سے بڑا۔ (59)

اور فرماتا ہے:

{قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ }۔ ترجمہ کنز الایمان: **اللہ** کہو، پھر انہیں چھوڑ دو ان کی بیہودگی میں کھیلتا۔ (60)

یونہی حدیث پاک میں مذکور ہے:

"حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لاَ تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى لاَ يُقَالَ فِي الأَرْضِ: اللهُ اللهُ." هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ.

ترجمہ: رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک روئے زمین پر **"اللہ اللہ"** کا ذکر ہوتا رہے گا۔ امام ترمذی کہتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔ (61)

---

(59) القرآن الکریم، سورۃ العنکبوت، آیت: 45

(60) القرآن الکریم، سورۃ الانعام، آیت: 91

(61) ترمذی، 4/88، حدیث: 2214، دار الفکر، بیروت

اسی طرح ایک اور حدیث پاک میں مذکور ہے:

عن عبد الله بن مسعود، قال: كان أول من أظهر إسلامه سبعة: رسول الله صلى الله عليه وسلم، وأبو بكر، وعمار، وأمه سمية، وصهيب، وبلال، والمقداد، فأما رسول الله صلى الله عليه وسلم فمنعه الله بعمه أبي طالب، وأما أبو بكر فمنعه الله بقومه، وأما سائرهم فأخذهم المشركون، وألبسوهم أدراع الحديد، وصهروهم في الشمس، فما منهم من أحد إلا وقد واتاهم على ما أرادوا، إلا بلالا، فإنه هانت عليه نفسه في الله، وهان على قومه، **فأخذوه فأعطوه الولدان، فجعلوا يطوفون به في شعاب مكة، وهو يقول: أحد أحد.**

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: سب سے پہلے اسلام کا اظہار کرنے والے سات حضرات ہیں۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم، ابو بکر، عمار، ان کی والدہ سمیہ، صہیب، بلال، اور مقداد رضی اللہ عنہم۔ رسول اللہ کو تو اللہ نے آپ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے چچا ابو طالب کے ذریعے سے ایذائے مشرکین سے محفوظ رکھا، ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بھی اللہ نے ان کی قوم کے ذریعے سے محفوظ رکھا، باقی جو حضرات تھے انہیں مشرکین نے پکڑ لیا، انہیں لوہے کی زرہیں پہنا کر دھوپ میں ڈال دیا، چنانچہ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جس نے (بہ اکراہِ شرعی) مشرکین کے مطلب کی بات نہ کہہ دی ہو، سوائے بلال رضی اللہ عنہ کے۔ انھوں نے اللہ کی راہ میں اپنی

جان کی پروانہ کی اور ان کی قوم کی نظر میں بھی ان کی کوئی قدر نہ تھی، کافروں نے انہیں پکڑ کر بچوں کے حوالے کر دیا، وہ انہیں مکہ کی گھاٹیوں میں لیے پھرتے تھے اور حضرت **بلال** رضی اللہ عنہ "اَحَد اَحَد" کے **نعرے** لگاتے جاتے تھے۔ (62)

ان سب دلائل شرعیہ کے مقابل ابن تیمیہ کی رائے ملاحظہ کیجیے:

فأما مجرد ذكر الاسم المفرد، وهو قول القائل: (الله، الله) فلم تأت به الشريعة، وليس هو كلاماً مفيداً، إذا الكلام المفيد أن يخبر عنه بإثبات شيء أو نفيه۔ (63)

"وَكَذَلِكَ أَصْحَابُ الرِّيَاضَةِ وَالتَّجَرُّدِ: فَإِنَّ صَفْوَتَهُمْ الَّذِينَ يَشْتَغِلُونَ بِذِكْرِ بَسِيطٍ مِثْلَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ إِنْ لَمْ يَغْلُوا **فَيَقْتَصِرُوا عَلَى مُجَرَّدِ اللهُ اللهُ وَيَعْتَقِدُونَ أَنَّ ذَلِكَ أَفْضَلُ وَأَكْمَلُ**. كَمَا فَعَلَهُ كَثِيرٌ مِنْهُمْ وَرُبَّمَا اقْتَصَرَ بَعْضُهُمْ عَلَى هُوَ هُوَ. أَوْ عَلَى قَوْلِهِ: لَا هُوَ إِلَّا هُوَ **لِأَنَّ هَذَا الذِّكْرَ الْمُبْتَدَعَ** الَّذِي هُوَ لَا يُفِيدُ بِنَفْسِهِ إِلَّا أَنَّهُ مُطْلَقًا لَيْسَ فِيهِ بِنَفْسِهِ ذِكْرٌ لِلَّهِ إِلَّا بِقَصْدِ الْمُتَكَلِّمِ."

اسی طرح اہلِ ریاضت اور عبادت گزار لوگوں میں سے جو بلند مرتبہ ہیں وہ "لا إله إلا الله" جیسے ذکر میں مشغول ہوتے ہیں، اور اگر غلو نہ کریں تو صرف "الله الله" پر اکتفا کرتے ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ سب سے افضل اور کامل ذکر ہے۔

---

(62) ابن ماجہ، 1/150، حدیث: 100 دار المعرفۃ، بیروت

(63) درءِ تعارض العقل والنقل، 8/535، سعودیہ

جیسا کہ ان میں سے بہت سے لوگوں نے کیا، اور بعض اوقات کچھ لوگ صرف "ھو ھو" پر اکتفا کرتے ہیں یا کہتے ہیں: الا ھو إلا ھو۔ حالانکہ یہ ذکر بدعت ہے جو بذات خود اللہ کا ذکر نہیں بنتا، سوائے اس کے کہ قائل کی نیت سے اللہ کا ذکر مراد ہو۔(64)

ایک اور مقام پر ابو حامد امام محمد بن محمد غزالی کا رد کرتے ہوئے ابن تیمیہ لکھتا ہے:

مَا يَقُولُهُ أَبُو حَامِدٍ: ذِكْرُ الْعَامَّةِ: "لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ" وَذِكْرُ الْخَاصَّةِ: "اللهُ اللهُ" وَذِكْرُ خَاصَّةِ الْخَاصَّةِ: "هُوَ" "هُوَ". **وَالذِّكْرُ بِالِاسْمِ الْمُفْرَدِ مُظْهَرًا وَمُضْمَرًا بِدْعَةٌ فِي الشَّرْعِ وَخَطَأٌ فِي الْقَوْلِ وَاللُّغَةِ** فَإِنَّ الِاسْمَ الْمُجَرَّدَ لَيْسَ هُوَ كَلَامًا لَا إِيمَانًا وَلَا كُفْرًا. .. وَأَمَّا أَبُو حَامِدٍ وَأَمْثَالُهُ مِمَّنْ أَمَرُوا بِهَذِهِ الطَّرِيقَةِ فَلَمْ يَكُونُوا يَظُنُّونَ أَنَّهَا تُفْضِي إِلَى الْكُفْرِ۔ **لَكِنْ يَنْبَغِي أَنْ يُعْرَفَ أَنَّ الْبِدَعَ بَرِيدُ الْكُفْرِ** ۔ وَلَكِنْ أَمَرُوا الْمُرِيدَ أَنْ يُفَرِّغَ قَلْبَهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى **قَدْ يَأْمُرُوهُ أَنْ يَقْعُدَ فِي مَكَانٍ مُظْلِمٍ وَيُغَطِّيَ رَأْسَهُ وَيَقُولَ: اللهُ اللهُ.** وَهُمْ يَعْتَقِدُونَ أَنَّهُ إِذَا فَرَّغَ قَلْبَهُ اسْتَعَدَّ بِذَلِكَ فَيَنْزِلُ عَلَى قَلْبِهِ مِنَ الْمَعْرِفَةِ مَا هُوَ الْمَطْلُوبُ.

ترجمہ: امام غزالی کہتے ہیں: عام لوگوں کا ذکر "لا إله إلا الله" ہے، خاص لوگوں کا ذکر "الله الله" ہے، اور خاص الخاص لوگوں کا ذکر "ھو ھو" ہے۔ حالانکہ

---

(64) مجموع الفتاویٰ، 2/63، مجمع الفھد، سعودیہ

شرعی اعتبار سے صرف اسمِ مفرد کے ذریعے ذکر کرنا (ظاہر یا مخفی طور پر) بدعت اور لغوی و کلامی اعتبار سے غلط ہے؛ کیونکہ محض ایک اسم (بغیر جملہ) نہ ایمان ہوتا ہے اور نہ کفر۔ جہاں تک ابو حامد (امام غزالی) اور ان جیسے لوگوں کا تعلق ہے جنہوں نے اس طریقے کی تعلیم دی، تو وہ یہ نہیں سمجھتے تھے کہ یہ کفر کی طرف لے جائے گا۔ لیکن یہ جان لینا چاہیے کہ بدعات کفر کی طرف راستہ بناتی ہیں۔ وہ (صوفیاء) اپنے مرید کو یہ حکم دیتے کہ اپنے دل کو ہر چیز سے خالی کرے، یہاں تک کہ بعض اوقات اسے اندھیرے کمرے میں بٹھاتے، اس کا سر ڈھانپنے کا حکم دیتے اور کہتے: "اللہ اللہ" ان کا اعتقاد یہ ہے کہ جب دل خالی ہو جاتا ہے تو اس پر معرفت نازل ہوتی ہے جو ان کا مقصود ہوتا ہے۔[65]

17: اللہ تعالیٰ محلِ حوادث ہے۔

اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حدوث کے عیب سے پاک ہیں، نہ اس کی ذات حادث ہے، نہ اس کی صفات حادث ہیں، اور نہ ہی وہ کسی حادث کا محل ہے۔ عقیدہ اسلامیہ کے برعکس ابن تیمیہ کی رائے ملاحظہ کریں:

فَإِنْ قُلْتُمْ لَنَا: قَدْ قُلْتُمْ بِقِيَامِ الْحَوَادِثِ بِالرَّبِّ. قَالُوا لَكُمْ: نَعَمْ، وَهَذَا قَوْلُنَا الَّذِي دَلَّ عَلَيْهِ الشَّرْعُ وَالْعَقْلُ، وَمَنْ لَمْ يَقُلْ إِنَّ الْبَارِئَ يَتَكَلَّمُ، وَيُرِيدُ، وَيُحِبُّ وَيُبْغِضُ وَيَرْضَى، وَيَأْتِي وَيَجِيءُ، فَقَدْ نَاقَضَ كِتَابَ اللهِ.

ترجمہ: اگر تم ہم سے کہو کہ تم نے رب کے ساتھ حوادث (نئے امور)

---

(65) مجموع الفتاویٰ، 10 / 396، 397، مجمع الفہد، سعودیہ

کے قیام کا قول کیا ہے، تو ہم جواب دیتے ہیں: **ہاں! یہ ہمارا قول ہے جس پر شرع اور عقل دونوں دلالت کرتے ہیں۔**

اور جو یہ نہ کہے: کہ اللہ تعالیٰ کلام کرتا ہے، ارادہ کرتا ہے، محبت کرتا ہے، ناراض ہوتا ہے، **آتا ہے اور جاتا ہے**، تو اس نے اللہ کی کتاب کا انکار کیا۔[66]

فاذا قالوا لنا فَهَذَا يَلْزَمُ أَنْ تَكُونَ الْحَوَادِثُ قَامَتْ بِهِ، قُلْنَا: وَمَنْ أَنْكَرَ هَذَا قَبْلَكُمْ مِنَ السَّلَفِ وَالْأَئِمَّةِ؟ وَنُصُوصُ الْقُرْآنِ وَالسُّنَّةِ تَتَضَمَّنُ ذَلِكَ مَعَ صَرِيحِ الْعَقْلِ، وَهُوَ قَوْلٌ لَازِمٌ لِجَمِيعِ الطَّوَائِفِ، وَمَنْ أَنْكَرَهُ فَلَمْ يَعْرِفْ لَوَازِمَهُ وَمَلْزُومَاتِهِ.

ترجمہ: اگر وہ ہم سے کہیں کہ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ **حوادث اللہ کے ساتھ قائم ہوں، تو ہم کہتے ہیں: تم سے پہلے سلف اور ائمہ میں سے کس نے اس کا انکار کیا تھا؟** قرآن و سنت کے نصوص اس پر دلالت کرتے ہیں، نیز صریح عقل بھی۔ یہ قول تمام فرقوں کے لیے لازم ہے، اور جو اس کا انکار کرتا ہے وہ اس کے لوازم اور ملزومات کو صحیح طور پر نہیں جانتا۔[67]

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کے لیے حرکت اور محلِ حوادث ثابت کرتے ہوئے لکھتا ہے:

”فَإِنَّا نَقُولُ: إِنَّهُ يَتَحَرَّكُ وَتَقُومُ بِهِ الْحَوَادِثُ وَالْأَعْرَاضُ، فَمَا الدَّلِيلُ

(66) منہاج السنہ، 2/224، مؤسسۃ قرطبۃ، اندلس

(67) منہاج السنہ، 2/225، مؤسسۃ قرطبۃ

عَلَى بُطْلَانِ قَوْلِنَا؟"ترجمہ: ہم کہتے ہیں: **اللہ تعالیٰ حرکت کرتا ہے اور حوادث و اعراض اسی کے ساتھ قائم ہیں،** ہمارے اس قول کے بطلان پر (تمہارے پاس) کیا دلیل ہے؟[68]

18: قرآن اللہ کی ذات میں محدث ہے:

اہل اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرح اس کی صفات بھی قدیم، ازلی، ابدی ہیں۔ عقیدہ اسلام کے برعکس ابن تیمیہ اللہ تعالیٰ کی صفتِ کلام کو ازلی ابدی قدیم نہیں مانتا، بلکہ حادث قرار دیتا ہے۔ چنانچہ ابن تیمیہ لکھتا ہے:

"اذَا تَكَلَّمَ اللهُ بِالْوَحْيِ سَمِعَ أَهْلُ السَّمَوَاتِ كَجَرِّ السِّلْسِلَةِ عَلَى الصَّفْوَانِ} فَقَوْلُهُ: إِذَا تَكَلَّمَ اللهُ بِالْوَحْيِ سَمِعَ يَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ يَتَكَلَّمُ بِهِ حِينَ يَسْمَعُونَهُ وَذٰلِكَ يَنْفِي كَوْنَهُ أَزَلِيًّا وَأَيْضًا فَمَا يَكُونُ كَجَرِّ السِّلْسِلَةِ عَلَى الصَّفَا يَكُونُ شَيْئًا بَعْدَ شَيْءٍ وَالْمَسْبُوقُ بِغَيْرِهِ لَا يَكُونُ أَزَلِيًّا."

ترجمہ: {جب اللہ وحی کے ساتھ کلام فرماتا ہے تو آسمان والے اسے سنتے ہیں جیسے زنجیر کا پتھر پر گھسیٹنے کی آواز}۔ پس مصنف کا یہ کہنا: "جب اللہ وحی کے ساتھ کلام کرتا ہے تو وہ سنتے ہیں" اس پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ اسی وقت کلام فرماتا ہے جب وہ سنتے ہیں، یہ اس بات کی نفی کرتا ہے کہ اللہ کا کلام ازلی ہو (یعنی ہمیشہ سے ایک ساتھ موجود ہو)۔ اور زنجیر کے پتھر پر گھسٹنے جیسی آواز ہونا

---

(68) منہاج السنۃ، 2/263، مؤسسۃ قرطبۃ

بھی بتاتا ہے کہ وہ کلام بتدریج واقع ہوتا ہے نہ کہ ایک ساتھ۔ اور جو چیز کسی اور چیز کے بعد واقع ہو وہ ازلی نہیں ہوتی۔ (69)

ایک اور مقام پر لکھتا ہے:

فَعُلِمَ أَنَّ قِدَمَهُ عِنْدَهُ: أَنَّهُ لَمْ يَزَلْ إِذَا شَاءَ تَكَلَّمَ وَإِذَا شَاءَ سَكَتَ لَمْ يَتَجَدَّدْ لَهُ وَصْفُ الْقُدْرَةِ عَلَى الْكَلَامِ الَّتِي هِيَ صِفَةُ كَمَالٍ كَمَا لَمْ يَتَجَدَّدْ لَهُ وَصْفُ الْقُدْرَةِ عَلَى الْمَغْفِرَةِ وَإِنْ كَانَ الْكَمَالُ هُوَ أَنْ يَتَكَلَّمَ إِذَا شَاءَ وَيَسْكُتَ إِذَا شَاءَ.

ترجمہ: لہٰذا معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کلام کا قدیم ہونا یہ ہے کہ وہ ہمیشہ سے جب چاہے کلام کرے اور جب چاہے خاموش ہو جائے۔ اللہ کی کلام پر قدرت کی صفت ہمیشہ سے موجود ہے اور اس میں تجدد نہیں۔ جیسا کہ اللہ کی مغفرت پر قدرت میں بھی کوئی نیا پن پیدا نہیں ہوتا، حالانکہ کمال یہی ہے کہ وہ جب چاہے مغفرت کرے اور جب چاہے کلام کرے۔ (70)

مزید کہتا ہے:

وإذا قال السلف والأئمة إن الله لم يزل متكلمًا إذا شاء فقد أثبتوا أنه لم يتجدد له كونه متكلمًا، بل نفس تكلمه بمشيئته قديم **وإن كان يتكلم شيئًا بعد شيء**، فتعاقب الكلام لا يقتضي حدوث نوعه إلا إذا وجب تناهي

(69) مجموع الفتاوی، 6/234، مجمع الفھد، سعودیہ

(70) مجموع الفتاوی، 6/160، مجمع الفھد، سعودیہ

المقدورات المرادات اه.

ترجمہ: سلف اور ائمہ کا قول ہے کہ اللہ ہمیشہ سے جب چاہے کلام کرتا ہے، تو انہوں نے یہ ثابت کیا کہ اللہ کے لیے "متکلم" ہونا کوئی نئ چیز نہیں، بلکہ اس کا کلام کرنا اس کی مشیت کے تحت ہے اور قدیم ہے، اگرچہ اللہ تعالیٰ ایک کے بعد دوسرا کلام فرماتا ہے۔ پس کلام کا ایک دوسرے کے پیچھے آنا اس کے نوع میں حدوث (نیاپن) کو لازم نہیں کرتا۔(71)

وحينئذ فيكون الحق هو القول الآخر وهو أنه لم يزل متكلمًا بحروف متعاقبة لا مجتمعة.

ترجمہ: اور اس صورت میں وہ آخری قول ہی حق و صحیح ہو گا، یعنی وہ ہمیشہ سے متعاقب (پے درپے، یکے بعد دیگرے) حروف سے کلام کرتا رہا ہے، نہ کہ مجتمع حروف سے۔ (انتہی)(72)

اہل اسلام کے نزدیک اللہ تعالی کا کلام حروف و اصوات کی جنس سے پاک ہے، جبکہ ابن تیمیہ کا انوکھا مذہب یہ ہے:

وجمهور المسلمين يقولون: إن القرآن العربي كلام الله، وقد تكلم الله به بحرف وصوت، فقالوا: إن الحروف والأصوات قديمة الأعيان، أو الحروف بلا أصوات، وإن الباء والسين والميم مع تعاقبها في ذاتها فهي أزلية الأعيان

(71) درءتعارض العقل والنقل، 1/363، دارالکنوز الادبیۃ ریاض

(72) درءتعارض العقل والنقل، 2/241، دارالکنوز الادبیۃ ریاض

لم تزل ولا تزال کما بسطت الکلام علی أقوال الناس فی القرآن فی موضع آخر

ترجمہ: جمہور مسلمانوں کا قول ہے کہ قرآن عربی زبان میں اللہ کا کلام ہے، اور اللہ نے اسے حرف اور آواز کے ساتھ بیان فرمایا۔ انہوں نے کہا کہ حروف اور آوازیں اپنی ذات میں قدیم ہیں، یا کم از کم حروف بغیر آواز کے۔ پس اگرچہ ب، س اور م (بسم اللہ کے حروف) ایک کے بعد ایک آتے ہیں، مگر اپنی ذات میں وہ ازلی (ہمیشہ سے موجود) ہیں، جیسا کہ میں نے دیگر مقامات پر لوگوں کے قرآن کے بارے میں اقوال تفصیل سے بیان کیے ہیں۔ (73)

19: تقلید شخصی کا انکار:

وَإِذَا نَزَلَتْ بِالْمُسْلِمِ نَازِلَةٌ فَإِنَّهُ يَسْتَفْتِي مَنْ اعْتَقَدَ أَنَّهُ يُفْتِيهِ بِشَرْعِ اللهِ وَرَسُولِهِ مِنْ أَيِّ مَذْهَبٍ كَانَ، وَلَا يَجِبُ عَلَى أَحَدٍ مِنْ الْمُسْلِمِينَ تَقْلِيدُ شَخْصٍ بِعَيْنِهِ مِنْ الْعُلَمَاءِ فِي كُلِّ مَا يَقُولُ، وَلَا يَجِبُ عَلَى أَحَدٍ مِنْ الْمُسْلِمِينَ الْتِزَامُ مَذْهَبِ شَخْصٍ مُعَيَّنٍ غَيْرِ الرَّسُولِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فِي كُلِّ مَا يُوجِبُهُ وَيُخْبِرُ بِهِ

ترجمہ: جب مسلمانوں کو کوئی نیا مسئلہ درپیش ہو تو وہ اس سے فتویٰ طلب کرے جس پر انہیں یقین ہو کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے شرع کے مطابق فتویٰ دے گا، خواہ وہ کسی بھی فقہی مذہب کا ہو۔ **اور کسی مسلمان پر لازم نہیں کہ وہ ہر بات میں کسی خاص عالم کی تقلید کرے۔ نہ ہی کسی مسلمان پر کسی معین**

---

(73) مجموع الفتاوی، 5/556-557، مجمع الفهد، سعودیہ

امام یا عالم کی تقلید و اتباع واجب ہے، سوائے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے۔ (74)

20: انجیل و تورات میں تحریفِ لفظی کا انکار:

اہل اسلام کے نزدیک جب یہود و نصاری نے اپنے دین اور کتبِ دینیہ (تورات و زبور و انجیل) میں اس قدر تبدیلیاں کر دیں کہ دین متین کی اصلی شکل و صورت باقی نہ رہی، جیسا کہ علامہ عبد المصطفی اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

کتب سابقہ میں تحریف معنوی اور تحریف لفظی اس کثرت سے ہوئی ہے کہ کتابوں تک کا پتہ نہیں چلتا۔ (75)

ایسے میں اللہ تعالی نے اپنے محبوب کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو دین اسلام کے ساتھ مبعوث فرمایا، قرآن نے واضح طور پر سابقہ ادیان کی منسوخی اور تورات و زبور کی تحریف کا اعلان کیا۔ لیکن اس کے برعکس ابن تیمیہ نے یہودیت و عیسائیت کی محبت میں گرفتار ہو کر تورات و زبور و انجیل کے دفاع کی ٹھان لی، کہیں کہا: نہ نہ! کوئی لفظی تحریف نہیں ہوئی، صرف بعض معانی و مفاہیم میں تبدیلی ہوئی تھی، کہیں کہا: کہ کوئی خاص تحریف نہیں ہوئی بلکہ صرف اکا دکا لفظ تبدیل ہوئے تھے۔ چنانچہ لکھتا ہے:

ثمّ من هؤلاء مَنْ زعم أن كثيراً مما في التوراة أو الإنجيل باطل ليس من كلام الله، ومنهم مَنْ قال: بل ذلك قليل، وقيل: لم يُحرّف أحد شيئاً

(74) الفتاوی الکبریٰ، 1/207، دار الکتب العلمیہ، بیروت

(75) سیرت مصطفیٰ، ص405، مکتبۃ المدینہ، کراچی

من حروف الكتب وإنما حرفوا معانيها بالتأويل، وهذان القولان قال كلا منهما كثيرٌ من المسلمين، والصحيح القول الثالث، وهو أن في الأرض نُسخاً صحيحةً وبقيت إلى عهد النبي صلى الله عليه وآله وسلم، ونسخاً كثيرة محرفة، ومن قال: إنه لم يُحرف شيء من النسخ فقد قال ما لا يُمكنه نفيه، ومَنْ قال: جميع النسخ بعد النَّبِيِّ حرفت فقد قال ما يُعلم أنه خطأ»... فقال: جمهور المسلمين يقولون: إن بعض ألفاظها بدل، كما قد بُدِّلَ كثير من معانيها، ومن المسلمين من يقول: التبديل إنما وقع في معانيها لا في ألفاظها، وهذا القول يُقر به عامة اليهود والنصارى

ترجمہ: ان میں سے بعض کا کہنا تھا کہ تورات یا انجیل میں بہت کچھ باطل ملا دیا گیا ہے اور وہ اللہ کا کلام نہیں ہے، اور بعض نے کہا کہ صرف تھوڑی بہت تحریف ہوئی ہے، اور بعض نے کہا کہ حروف میں کوئی تحریف نہیں ہوئی بلکہ صرف معانی کی تحریف ہوئی ہے۔ یہ دونوں اقوال بہت سے مسلمانوں نے کہے۔ **لیکن صحیح تیسرا قول ہے:** زمین پر کچھ صحیح نسخے موجود رہے جو نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے زمانے تک باقی رہے، اور بہت سے نسخے محرف ہو چکے تھے۔ اور جو یہ کہے کہ کسی نسخے میں کوئی تحریف نہیں ہوئی تو وہ ایسی بات کہتا ہے جس کی نفی ممکن نہیں۔ اور جو کہے کہ نبی علیہ السلام **کے بعد تمام نسخے محرّف ہو گئے، تو وہ ایسی بات کہتا ہے جو یقیناً غلط ہے**۔۔۔ ابن تیمیہ نے کہا: مسلمانوں کی اکثریت کہتی ہے کہ تورات وانجیل کے بعض الفاظ بھی بدل دیے گئے جیسے

بہت سے معانی بدل دیے گئے۔ اور بعض مسلمانوں کا قول ہے کہ الفاظ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی، صرف معانی میں ہوئی۔ اور یہی قول یہود و نصاریٰ کے عام لوگ بھی تسلیم کرتے ہیں۔ (76)

ایک مقام پر یوں یہود و نصاری کے دینِ محرف و کتب محرفہ کا یوں دفاع کیا:

وأما تغيير بعض ألفاظها ففيه نزاع بين المسلمين، والصواب الذى عليه الجمهور أنه بُدِّلَ بعض ألفاظها. ترجمہ: اور کتب سماویہ کے بعض الفاظ کے تبدیل ہونے کے بارے میں مسلمانوں کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے، اور صحیح بات جو جمہور کے نزدیک ہے وہ یہ ہے کہ ان کتبِ سماویہ کے صرف چند الفاظ تبدیل کیے گئے ہیں۔ (77)

اور معاملہ یہاں تک بڑھا کہ جنابِ عالی نے انجیل و تورات کو کتبِ احادیث و تفاسیر کے مشابہ قرار دے کر ان سے احکام اخذ کرنے کی اجازت بھی دے دی۔ چنانچہ لکھا:

وَالْأَنَاجِيلُ الَّتِي بِأَيْدِي النَّصَارَى تُشْبِهُ هَذَا (كُتُبُ التَّفْسِيرِ وَالْفِقْهِ وَالدَّقَائِقِ)، وَلِهَذَا أُمِرُوا أَنْ يَحْكُمُوا بِمَا فِيهَا فَإِنَّ فِيهَا أَحْكَامَ اللهِ وَعَامَّةُ مَا فِيهَا مِنَ الْأَحْكَامِ لَمْ يُبَدَّلْ لَفْظُهُ وَإِنَّمَا بُدِّلَتْ بَعْضُ أَلْفَاظِ الْخَبَرِيَّاتِ وَبَعْضُ مَعَانِي الْأَمْرِيَّاتِ كَمَا نُؤْمَرُ نَحْنُ أَنْ نَعْمَلَ بِأَحَادِيثِ الْأَحْكَامِ الْمَعْرُوفَةِ عَنِ

(76) الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح، 2/407، دار العاصمہ، سعودیہ

(77) الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح، ج 3، ص 09، دار العاصمہ، سعودیہ

النَّبِيّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ: عیسائیوں کے پاس موجود اناجیل، کتبِ تفسیر و فقہ کے مشابہ ہیں، اور اسی وجہ سے ان پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ ان میں احکام الٰہی ہیں اور ان میں عام احکام الٰہیہ ایسے ہیں جن میں کوئی لفظی تحریف نہیں ہوئی۔ ہاں صرف **بعض واقعات میں لفظی تحریف** ہوئی ہے، جبکہ **بعض اوامر میں فقط معنوی تبدیلی** کی گئی ہے۔ یہ اسی طرح ہے جیسے ہمیں نبی پاک صلّی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلّم سے مروی احادیث احکام پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔(78)

21: مچھر کی پشت پر اللہ تعالیٰ کے استقرار کو جائز قرار دینا:

کم عقلی کی بناء پر ابن تیمیہ نے یہ دعویٰ تو کر دیا کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو مچھر کی پشت پر بھی بیٹھ سکتا ہے، معاذ اللہ۔ لیکن یہ نہ جانا کہ اس بے ہودہ مثال میں اللہ کی شان و عظمت نہیں بلکہ تنقیص لازم آتی ہے۔

چنانچہ لکھا:

ولو قد شاء لاستقر على ظهر بعوضة فاستقلت به بقدرته ولطف ربوبيته فكيف على عرش عظيم أكبر من السموات والأرض وكيف تنكر أيها النفاخ أن عرشه يُقِلُّه. ترجمہ: اور اگر وہ چاہتا تو ایک مچھر کے پیٹھ پر ٹِک جاتا، اور وہ مچھر اسے قدرتِ الٰہیہ اور لطافتِ ربوبیت کی وجہ سے اٹھالیتا، تو پھر ایک عظیم عرش جو آسمانوں اور زمین سے بھی بڑا ہے، اسے کیوں کر نہ سنبھالے

(78) الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح، 3/ 34، دار العاصمہ، سعودیہ

گا؟ اے گھمنڈی! تو یہ کیسے انکار کرتا ہے کہ اس کا عرش اس کے استقرار (بیٹھنے) کے لیے کم پڑ جاتا ہے؟(79)

اسے عرفان کی کمی کہیں یا عقائد اسلامیہ سے جہالت، کہ جو مثال ابن تیمیہ نے دی ہے وہ محال عقلی ہے اور قدرتِ الٰہیہ کا تعلق محالاتِ عقلیہ سے نہیں ہوتا۔

جیسا کہ علامہ فضل رسول بدایونی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ''اذا علم هذا **فجميع المستحالات العقلية لا تعلق للقدرة بها... ومن مثال** المستحيل العقلي ايضاً ولوج الجمل في سم الخياط.'' ترجمہ: اس سے معلوم ہوا کہ تمام محالاتِ عقلیہ کا قدرتِ خداوندی سے کوئی تعلق نہیں۔۔۔ محال عقلی کی مثال: جیسے سوئی کے ناکے میں اونٹ کا داخل ہونا۔(80)

ابن تیمیہ کے انہی عقائد باطلہ کی بنیاد پر ہر دور کے علمائے اہل سنت نے صدائے احتجاج بلند کی، اور اس پر حکمِ شرع عائد کیا، چنانچہ کسی نے اسے کافر، کسی نے مشبہ، کسی نے مجسمہ، منافق، بدعتی، زندیق، ناصبی، ضال مضل، جاہل ومفتری قرار دیا، لیکن صحیح وحقیقت کے مطابق حکم شرعی یہی ہے کہ یہ شخص کافر نہیں ہے لیکن گمراہ وبددین ضرور ہے۔

جیسا کہ امام اہل سنت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

---

(79) بیان تلبیس الجھمیہ فی تاسیس بدعھم الکلامیہ، ج3، ص243، مجمع الملک الفھد، سعودیہ

(80) المعتقد والمنتقد، 1/30، برکاتی پبلشرز، کراچی

والصواب ان ابن تیمیۃ ضال مضل لا کافر، واللہ تعالیٰ اعلم. ترجمہ: درست بات یہ ہے کہ ابن تیمیہ گمراہ، گمراہ گر شخص ہے، کافر نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔[81]

22: عالم قدیم بالنوع ہے:

اہل سنت کے نزدیک تمام کائنات (اپنے افراد، نوع و جنس سمیت) حادث ہے، "خلق السماوات والأرض" الآیۃ سے یہی مراد ہے کہ کائنات بالکل عدم سے وجود میں آئی، پہلے کچھ نہ تھا، بعد میں سب کچھ اللہ نے پیدا کیا۔

جبکہ فلاسفہ کے نزدیک کائنات قدیم ہے اور اللہ سے لازم وملزوم ہے۔

ابن تیمیہ نے (خدا بھی راضی، رام بھی خوش کے مصداق) ان دونوں نظریات کے درمیان ایک وسطی راستہ پیش کرنے کی کوشش کی اور کہا: کائنات کی نوع قدیم ہے جبکہ اس کائنات کے افراد و آحاد حادث ہیں۔ یعنی کائنات حادث الآحاد، قدیم النوع ہے، یہ اصطلاح ابن تیمیہ کے نظریے کی وضاحت کرتی ہے کہ کائنات کے آحاد (اجزاء) حادث ہیں (یعنی وقت کے ساتھ وجود میں آتے ہیں)، لیکن کائنات کی نوع یا جنس قدیم ہے، یعنی اللہ کی صفت کے طور پر ہمیشہ سے موجود ہے۔

خدا کی بھی سنی، رام کی بھی سنی اب خود ہی پہ بوجھ سارا ہوا
نہ وہ راضی ہوئے، نہ یہ خوش ہوئے بے چاری عقل پہ ہارا ہوا

---

(81) المعتمد المستند حاشیہ المعتقد المنتقد، 1/66، برکاتی پبلشرز، کراچی

چنانچہ ابن تیمیہ لکھتا ہے:

وَحِينَئِذٍ فَيُمْتَنَعُ كَوْنُ شَيْءٍ مِنَ الْعَالَمِ أَزَلِيًّا، وَإِن جَازَ أَنْ يَكُونُ نَوْعُ الْحَوَادِثِ دَائِمًا لَمْ يَزَلْ، فَإِنَّ الْأَزَلَ لَيْسَ هُوَ عِبَارَةً عَنْ شَيْءٍ مُحَدَّدٍ، بَلْ مَا مِنْ وَقْتٍ يُقَدَّرُ إِلَّا وَقَبْلَهُ وَقْتٌ آخَرُ، فَلَا يَلْزَمُ مِنْ دَوَامِ النَّوْعِ قِدَمُ شَيْءٍ بِعَيْنِهِ.

اس عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ ابن تیمیہ کے نزدیک اگرچہ کائنات کی کوئی شے ازلی نہیں ہے، لیکن یہ ضرور ممکن ہے کہ بعض حوادث کی نوع ازلی دائمی ہو، اور بقول ابن تیمیہ: نوع کے قدیم یا دائمی ہونے سے عین کا قدیم ہونا لازم نہیں آتا۔ (82)

ابن تیمیہ کے اسی عقیدہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے محقق علامہ دوانی نے کہا تھا:

وقد رايت فی بعض تصانيف ابن تيميه القول به (ای بالقدم الجنسی) فی العرش اه. ترجمہ: میں نے ابن تیمیہ کی بعض تصانیف میں عرش کے بارے میں یہ (قدمِ جنسی کا) قول دیکھا ہے۔ (83)

ایک مقام پر لکھتا ہے:

وهذا الموضع أخطأ فيه طائفتان: طائفة من أهل الكلام من اليهود والمسلمين وغيرهم، ظنوا أن إخبار الله بخلقه للسماوات والأرض وما

(82) منہاج السنۃ، 1/390، جامعہ السعود، سعودیہ
(83) جلاء العینین، ص 381، مطبعۃ المدنی

بينهما يقتضي أنهما لم يُخلَقا من شيء، بل لم يكن قبلهما موجود إلا الله.

ومعلوم أنَّ خبرالله مخالف لذلك،... وهذا مخالف للشرع والعقل...

وطائفة أخرى أبعد عن الشرع والعقل من هؤلاء: يتأولون خلق السماوات والأرض بمعنى التولد والتعليل والإيجاب بالذات، **ويقولون: إن الفلك قديم أزلي معلول للرب**، وأنه يوجب بذاته، لم يزل ولا يزال،... **وهؤلاء يقولون بقدم عين الفلك**، وأنه لم يزل ولا يزال...وقد بُسط الكلام على هذا في غير هذا الموضع، **وذِكرِ منشئِ غلط الطائفتين، حيث لم يفرقوا بين النوع والعين.**"

ترجمہ: اس مقام پر دو گروہوں سے غلطی ہوئی ہے:

پہلا گروہ: بعض اہل کلام، خواہ یہودی ہوں، مسلمان ہوں یا دیگر، نے یہ سمجھا کہ اللہ کا یہ فرمانا کہ اس نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، کو پیدا کیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ چیزیں کسی چیز سے پیدا نہیں ہوئیں، بلکہ ان سے پہلے سوائے اللہ کے کوئی موجود ہی نہ تھا۔ حالانکہ معلوم ہے کہ یہ بات فرمانِ الٰہی کے خلاف ہے۔۔ اور یہ بات شرع اور عقل دونوں کے خلاف ہے۔

دوسرا گروہ: یہ پہلے گروہ سے بھی زیادہ شرع اور عقل سے دور ہیں۔ یہ لوگ آسمانوں اور زمین کے پیدا ہونے کو "تولّد" (خود بخود وجود میں آنا)، "تعلیل" (کسی وجہ سے لازم ہونا) اور "ذاتی وجوب" (خود بخود واجب الوجود ہونا)

کے معنی میں تاویل کرتے ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ کائنات قدیم اور ابدی ہے، جو رب کا نتیجہ (معلول) ہے، اور یہ اپنی ذات سے واجب الوجود ہے، نہ اس کا کوئی آغاز ہے اور نہ ہی انتہا۔۔۔ یہ لوگ کائنات کی ذات (عین) کے قدیم ہونے کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ہمیشہ سے تھی اور ہمیشہ رہے گی۔۔۔ اس موضوع پر دوسری جگہ تفصیل سے بات کی گئی ہے، اور ان دونوں گروہوں کی غلطی کی وجہ بھی بیان کی گئی ہے، **جو یہ ہے کہ انہوں نے "نوع" (کلی صنف) اور "عین" (ذاتی وجود) کے درمیان فرق نہیں کیا۔**(84)

ایک مقام پر لکھا:

وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ: هُوَيَقَعُ بِمَشِيئَتِهِ وَقُدْرَتِهِ شَيْئًا فَشَيْئًا لَكِنَّهُ لَمْ يَزَلْ مُتَّصِفًا بِهِ، فَهُوَحَادِثُ الْآحَادِ قَدِيمُ النَّوْعِ، كَمَا يَقُولُ ذَلِكَ مِنْ يَقُولُهُ مِنْ أَئِمَّةِ أَصْحَابِ الْحَدِيثِ وَغَيْرِهِمْ مِنْ أَصْحَابِ الشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَسَائِرِ الطَّوَائِفِ.

ترجمہ: ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ کائنات اللہ کی مشیت اور قدرت سے بتدریج وجود میں آتی ہے، لیکن وہ (یعنی کائنات کی نوع) ہمیشہ سے اس کی صفت رہی ہے۔ **پس کائنات کے افراد تو حادث ہیں، جبکہ اس کی نوع قدیم ہے۔** جیسا کہ بعض ائمہ اہل حدیث اور دیگر علماء، جن میں امام شافعی، امام احمد رحمۃ اللہ علیہما اور دیگر گروہ شامل ہیں، یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔(85)

---

(84) نقد مراتب الاجماع، 1/306، 307، دار ابن حزم، بیروت

(85) منہاج السنۃ، 2/379، جامعہ السعود، سعودیہ

یہاں بھی ابن تیمیہ نے اشیائے عالَم کو ذاتی حیثیت میں حادث اور نوعی اعتبار سے قدیم قرار دیا اور اپنا حساب صاف رکھنے کے لیے حسبِ عادت اس قدمِ نوعی والے فاسد عقیدہ کو ائمہ محدثین و شوافع و حنابلہ اور گروہِ مسلمین کی طرف منسوب کر دیا، حالانکہ ان ائمہ میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں۔

سیدی اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ نے ابن تیمیہ کے اس فاسد عقیدہ کا ابطال کرتے ہوئے فرمایا:

ملتِ اسلامیہ میں ذات و صفات الٰہی عزجلالہ کے سوا کوئی شے قدیم نہیں، انواع بھی غیر ذات وصفات ہیں تو کسی شے کا قدم نوعی ماننا بھی مخالف اسلام ہے بلکہ ہم روشن کر چکے کہ قدم نوعی بے قدم شخصی ناممکن، اور غیر کے لیے قدم شخصی ماننا قطعاً ضروریات دین کا انکار ہے۔[(86)]

مشتے نمونہ از خروارے یہ چند شواہد ابن تیمیہ کی اصل کتب سے آپ کے سامنے پیش کیے ہیں، جن سے بہ آسانی ابن تیمیہ کی گمراہیوں کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، اب ابن تیمیہ کے بارے میں علمائے اہل سنت کی آراء و افکار بہ ترتیبِ زمانہ ملاحظہ فرمائیں:

---

(86) فتاوی رضویہ، 27/468، رضا فاؤنڈیشن، لاہور

باب: دوم

آٹھویں صدی کے علماء کا نظریہ

1: امام تاج الدین احمد بن عطاء اللہ اسکندری (وفات 709ھ)

آپ علیہ الرحمہ "کتاب الحِکَم" سمیت بہت ساری مشہور تالیفات اور تصانیف کے مالک ہیں، آپ کے بارے میں علامہ ذہبی لکھتے ہیں:

"کان من کبار القائمین علی الشیخ تقی الدین ابن تیمیۃ." "آپ علیہ الرحمہ کا شمار، ابن تیمیہ کے خلاف کھڑے ہونے والے بزرگوں میں ہوتا ہے۔(87)

2: قاضی القضاۃ شمس الدین احمد بن ابراہیم سرّوجی (وفات 710ھ)

علامہ یوسف بن تغری حنفی علیہ الرحمہ، علامہ سروجی کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

کان بارعاً فی علوم شتّی ولہ اعتراضات علی ابن تیمیۃ فی علم الکلام.

ترجمہ: وہ متعدد علوم میں ماہر تھے۔ نیز علم کلام میں ابن تیمیہ پر کئی اعتراضات کیے ہیں۔(88)

امام ابن حجر عسقلانی، آپ کے بارے میں فرماتے ہیں:

---

(87) سلم الوصول الی طبقات الفحول، 1 / 220، مکتبہ ارسیکا، استانبول، البدر الطالع، شوکانی، 1 / 74، دار المعرفۃ بیروت

(88) النجوم الزاہرۃ، 9 / 212-213، دار الکتب، مصر

و من تصانيفه: الردّ على ابن تيمية، وهو فيه منصف متأدب صحيح المباحث. ترجمہ: آپ کی تصانیف میں سے ایک کتاب (الردّ علی ابن تیمیہ) بھی ہے۔ اس کتاب میں آپ علیہ الرحمہ نے انصاف اور ادب کی رعایت کے ساتھ درست ابحاث کے ساتھ ابن تیمیہ کا رد کیا ہے۔[89]

3: شیخ علاؤ الدین علی یعقوبی (وفات 710ھ):

ان کے بارے میں ابن حجر علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

"شديد الحطّ على ابن تيمية" ترجمہ: شیخ علاؤ الدین علیہ الرحمہ، ابن تیمیہ پر سخت تنقید کرتے تھے۔[90]

5: صفی الدین محمد بن عبد الرحیم شافعی (وفات 715ھ):

آپ ہندوستان کے علماء میں سے تھے، پھر دمشق میں رہائش پذیر ہو گئے، علم اصول فقہ اور کلام میں آپ کی بہت ساری تصنیفات ہیں۔ امام ذہبی علیہ الرحمہ آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

العلامة الأوحد صفي الدين... كان حسن الإعتقاد على مذهب السلف ترجمہ: یگانہ روزگار، علامہ صفی الدین۔۔۔ آپ مذہبِ اسلاف کے مطابق صحیح العقیدہ عالم تھے۔[91]

---

(89) رفع الاصر عن قضاۃ مصر، ص42، مکتبہ خانجی، قاہرہ

(90) الدرر الکامنہ، 4/35، دائرۃ المعارف العثمانیۃ، ہند

(91) ذیل تاریخ الاسلام، ص137

کتاب "طبقات الشافعية" میں تاج الدین سبکی علیہ الرحمہ نے ابن تیمیہ کے ساتھ صفی الدین علیہ الرحمہ کے مناظرہ کا ذکر کیا ہے۔[92]

3: صدرالدین محمد بن عمر شافعی (وفات 716ھ):

اہل سنت کے فقیہ، مفتی اور محدث ہیں جو ابن مرحل اور ابن وکیل سے معروف ہیں اور شافعی بزرگ اماموں میں سے شمار ہوتے ہیں، علامہ تاج الدین سبکی علیہ الرحمہ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں:

و له مع ابن تيمية المناظرات الحسنة و بها حصل عليه التعصب من اتباع ابن تيمية ترجمہ: ابن تیمیہ کے ساتھ آپ کے زبردست مناظرے ہوئے، یہی وجہ ہے کہ ابن تیمیہ کے پیروکار آپ کے بارے میں تعصب سے کام لیتے ہیں۔[93]

ابن تیمیہ کا شاگردِ رشید ابن کثیر ان کے بارے میں لکھتا ہے:

و كان ينصب العداوة للشيخ تقى الدين ابن تيمية و يناظره فى كثير من المحافل و المجالس. ترجمہ: وہ شیخ تقی الدین ابن تیمیہ کے ساتھ عداوت رکھتے تھے اور اس کے ساتھ بہت ساری مجالس اور محافل میں مناظرہ کرتے تھے۔[94]

---

(92) طبقات الشافعیہ، 9/163، دار ہجر للطباعۃ والنشر

(93) طبقات الشافعیہ، 9/253، دار ہجر للطباعۃ والنشر

(94) البدایہ والنھایہ، 18/161، دار ہجر للطباعۃ والنشر

زین الدین بن مخلوف مالکی (وفات718ھ):

آپ مالکیوں کے قاضی اور ابن تیمیہ کے ہم عصر تھے، ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ نے آپ کو ان علماء میں شمار کیا ہے جنہوں نے ابن تیمیہ کے عقائد کے خلاف بھرپور کردار ادا کیا ہے۔[95]

ابن تیمیہ پر نہ صرف دیگر مذاہب کے علماء کی طرف سے تنقید کی گئی، بلکہ اس کے ہم مذہب علماء نے بھی اس کی مذمت کی ہے اور اس پر تنقید کی ہے۔

4: امام نور الدین علی بن یعقوب علیہ الرحمہ (وفات724ھ):

اپنے دور میں اہل سنت کے نامور مفتی اور امامِ وقت ہیں، ابن قاضی شہبہ ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

واشتغل و افتی و درس، و لمّا دخل ابن تیمیة إلی مصر قام علیه و انکر مایقوله و آذاه. ترجمہ: وہ علم حاصل کرنے، فتوی نویسی اور درس و تدریس میں مصروف رہے، جب ابن تیمیہ مصر میں داخل ہوا تو اس کے خلاف کھڑے ہوئے اور وہ جو کچھ کہتا اس کا علمی رد کرتے، اور اس کو اذیت پہنچاتے۔[96]

امام ذہبی علیہ الرحمہ ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

الإمام المفتی الزاهد نور الدین علی بن یعقوب بن جبرئیل... و کان دیناً متعففاً، مطرحاً للتجمّل، نهّاء عن المنکر حتّی نفاه السلطان بعد ان

---

(95) الدرر الکامنہ، 1/172، مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ، ہند

(96) طبقات الشافعیہ لابن شہبۃ، 2/274، عالم الکتب، بیروت

همّ بقطع لسانه وكان قد وثب مرّة على الشيخ تقي الدين و نال منه. ترجمہ: امام مفتی زاہد نورالدین علی بن یعقوب بن جبرائیل۔۔۔ دیندار اور پاک دامن انسان تھے اور عیش و عشرت کی زندگی گزارنے کے قائل نہیں تھے اور نہی منکر بہت کرتے تھے یہاں تک کہ وقت کے بادشاہ نے ان کی زبان کاٹنے کا ارادہ کیا، لیکن پھر (اپنے ارادہ سے باز آگیا اور آپ کو) جلاوطن کر دیا۔ ایک دفعہ شیخ تقی الدین (ابن تیمیہ) پر حملہ کیا اور اسے تکلیف پہنچائی۔[97]

5: کمال الدین محمّد بن علی زملکانی شافعی (وفات 727ھ)

ملکِ شام میں امام، مفتی اور چیف جسٹس تھے، مذہب شافعی کی سربراہی، تدریس، فتوی اور مناظرہ کی ذمہ داری بھی ان کو حاصل تھی اور آپ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے، جنہوں نے ابن تیمیہ کی رد میں "العمل المقبول فی زیارة الرسول" نام کی کتاب لکھی ہے۔

امام عمر بن ابی الیمن فاکہی مالکی (وفات 734ھ)

آپ نے ابن تیمیہ کی رد میں ایک کتاب لکھی اور اس کا نام "التحفة المختارة فی الردّ علی منکر الزیارة" رکھا۔[98]

ابو المحاسن جمال الدین یوسف بن ابراہیم شافعی (وفات 738ھ)

فقہ شافعی کے امام، قاضی، اور فقیہ تھے، علامہ ذہبی ان کے بارے میں

---

(97) ذیل تاریخ الاسلام، ص216

(98) السلفیة الوھابیة، ص136، دار الامام الرواس، بیروت

لکھتے ہیں:

وکان یبالغ فی اذی ابن تیمیة وجماعة، ویتمقت ویعجب بنفسه، ولکنّه یحبّ اللّٰه ورسوله ویؤذی المبتدعة وفیه دیانة وحسن معتقد

ترجمہ: علامہ ابو المحاسن نے **ابن تیمیہ اور اس کی جماعت کا ناطقہ بند کرکے رکھ دیا تھا، اس (ابن تیمیہ) کو شدید ناپسند کرتے** اور (اس کے مقابل) اپنی رائے کو پسند کرتے تھے، آپ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت کرتے تھے اور (اسی وجہ سے) **بدعتیوں (یعنی ابن تیمیہ کے پیروکاروں) کو ایذا دیا کرتے تھے**۔ آپ انتہائی دیندار اور اچھے عقیدہ کے حامل تھے۔[99]

امام ابو حیان اندلسی علیہ الرحمہ (وفات 745ھ):

امام ابو حیان نے اپنی تفسیر میں ابن تیمیہ کے عقیدہ جہت کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

وقرأت فی کتاب لأحمد بن تیمیة هذا الذی عاصرنا وهو بخطه سماه کتاب العرش أن اللّٰه تعالی یجلس علی الکرسی وقد أخلی منه مکاناً یقعد فیه معه رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم. یعنی میں نے اپنے معاصر احمد بن تیمیہ کے ہاتھ سے لکھی ہوئی کتاب "کتاب العرش" پڑھی ہے، (اس میں لکھا ہے:) کہ اللہ تعالیٰ کرسی پر بیٹھا ہے، اور اس نے کچھ جگہ خالی چھوڑ رکھی ہے جہاں وہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو بٹھائے گا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ[100]

(99) الدرر الکامنہ، 6/215، دائرۃ المعارف العثمانیۃ، ہند، ذیل تاریخ الاسلام، ص 342

(100) النہر الماد من البحر المحیط، 1/372، سورۃ البقرۃ، زیر آیت: 255، دار الجیل، بیروت

حاجی خلیفہ علیہ الرحمہ (وفات 1067ھ) نے بھی اپنی کتاب "کشف الظنون" میں بعینہ یہی بات ابن تیمیہ کی طرف منسوب کی ہے۔(101)

شمس الدین محمّد بن احمد الذہبی (وفات 748ھ)

علامہ ذہبی علیہ الرحمہ، ابن تیمیہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

وقد تعبت فی وزنه وفتشه حتی مللت فی سنین متطاولة، فما وجدت أخرّه بین اهل مصر و الشام و مقتته نفوسهم وازدروا به وکذّبوه وکفّروه إلاّ الکبر والعجب وفرط الغرام فی رئاسة المشیخة و الازدراء بالکبار.

ترجمہ: میں نے اس کے حالات زندگی کے بارے کئی سالوں سے بڑی محنت سے تحقیق کی ہے اور اس کے بارے میں اس نتیجہ پر پہنچاہوں کہ مصر اور شام والوں کی طرف سے اس کو تنہا کرنے کی وجہ یہ تھی کہ لوگ اس سے نفرت کرتے تھے اور اس کے تکبر، خود پسندی، اور علماء کی رہبری کرنے کے شوق اور بڑوں کی توہین کی وجہ اس کی مذمت اور تکذیب و تکفیر کرتے تھے۔(102)

ایک اور مقام پر کسی شخص کو نصیحت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

فان برعت فی الأصول وتوابعها من المنطق والحکمة والفلسفة وآراء الأوائل ومحاورات العقول، واعتصمت مع ذلك بالکتاب والسنة واصول السلف، ولفقت بین العقل والنقل، فما أظنّك فی ذلك تبلغ رتبة ابن

---

(101) کشف الظنون، 2/1438، دار الکتب العلمیہ بیروت

(102) بیان زغل العلم والطلب، ص38، مکتبۃ الصحوۃ الاسلامیہ

تيمية ولا والله تقاربها، وقد رأيت ما آل امره إليه من الحطّ عليه والهجر والتضليل والتكفير والتكذيب بحق وبباطل،فقدكان قبل أن يدخل فى هذه الصناعة منورا مضيئا، على محياه سيما السلف، ثم صار مظلما مكسوفا، عليه قتمة عند خلائق من الناس، ودجالا أفاكا كافرا عند أعدائه. ومبتدعا فاضلا محققا بارعا عند طوائف من عقلاء الفضلاء. "

اگر تم اصول اور اس کے توابع من جملہ منطق، حکمت اور فلسفہ اور متقدمین کے آراء اور عقلی ابحاث میں نمونہ تھے تو اس کے باوجود قرآن و سنت اور قدماء کے اصول سے تمسک کی ہے اور عقل و نقل کو جمع کیا ہے لیکن میں نہیں سمجھتا کہ ان امور میں تم ابن تیمیہ کے درجہ تک پہنچے ہوں اور خدا کے لیے اس مرتبہ کے نزدیک بھی نہ ہونا۔

میں نے ابن تیمیہ کا انجام یہ دیکھا کہ اس کو ذلیل کیا گیا اور اس کی برائی بیان کی گئی۔ اور حق و باطل سے اس کی تضلیل اور تکفیر ہوئی اور وہ اس صناعت (منطق و فلسفہ) میں داخل ہونے سے پہلے اپنی زندگی پر خصوصاً سلف پہ منور اور روشن تھا۔ پھر وہ (ابن تیمیہ) غلط اور بدعتی مسائل کی وجہ سے لوگوں کے نزدیک اندھیرے والا، گرہن زدہ اور غبار آلود ہو گیا۔ اور اپنے اعداء اور مخالفین کے نزدیک دجال، سخت بہتان تراش، کافر ہو گیا اور فلاسفہ و مناطقہ کے گروہوں کی نظر میں فاضل، محقق، بارع، بدعتی قرار پایا۔ (103)

(103) بیان زغل العلم، 1 / 43، مکتبۃ الصحوۃ الاسلامیہ

ابن تیمیہ کو امام ذہبی کی نصیحت:

747ھ کو وفات پانے والے اہل سنت کے علم رجال کے بزرگ عالم دین شمس الدین محمد بن احمد ذھبی ہیں۔ وہ ابن تیمیہ کے شاگرد تھے جب انہوں نے دیکھا کہ ان کے استاد مسلمانوں کی تکفیر اور تفسیق کرنے لگا ہے تو اس کو نصیحت کی اور چند نکات کے بارے میں اسے متنبہ کیا۔ یہ نصیحت نامہ جو "النصیحۃ الذھبیۃ الی ابن تیمیۃ" کے نام سے مشہور ہے علیحدہ طور تحقیق کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ یہاں پر اس کا متن ترجمہ اور تحقیق کے ساتھ ذکر کیا جارہا ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم، الحمدلله على ذلتي، يا ربّ ارحمني و أقلني عثرتي و احفظ على ايماني و احزناه على قلة حزني وا أسفاه على السنة و ذهاب اهلها، وا شوقاه إلى اخوان مؤمنين يعاونونني على البكاء، وا حزناه على فقد اناس كانوا مصابيح العلم و اهل التقوى و كنوز الخيرات. آه على وجود درهم حلال و أخ مؤنس.

طوبى لمن شغله عيبه عن عيوب الناس، و تبا لمن شغله عيوب الناس عن عيبه، إلى كم ترى القذاة في عين اخيك و تنسى الجذع في عينك؟ إلى كم تمدح نفسك و شقاشقك و عباراتك و تذم العلماء و تتبع عورات الناس مع علمك بنهي الرسول صلّى الله عليه و آله و سلّم: (لاتذكروا موتاكم إلاّ بخير؛ فانّهم قد أفضوا إلى ماقدموا)(104)

---

(104)بخاری، 1 / 470، حدیث: 1393، دار الکتب العلمیہ بیروت، الاحکام الشریعۃ الکبری،

بلی اعرف انّك تقول لی لتنصر نفسك، انّما الوقيعة فی هؤلاء الذين ماشمّوا رائحة الإسلام ولا عرفوا ما جاء به محمّد صلّی الله عليه و آله وسلّم و هو جهاد، بلی والله عرفوا خيراً ممّا إذا عمل به العبد فقد فاز و جهلوا شيئاً كثيراً ممّا لايعنيهم ومن حسن اسلام المرء تركه مالايعنيه. (105)

يا رجل! بالله عليك كفّ عنّا؛ فانّك محجاجٌ عليم اللسان لاتقرّ و لاتنام، اياكم و الأغلوطات فی الدين، كره نبيك صلّی الله عليه و آله وسلّم المسائل وعابها و نهی عن كثرة السؤال و قال: انّ اخوف ما اخاف علی امّتی كل منافق عليم اللسان. (106)

وكثرة الكلام بغير دليل تقسی القلب إذا كان فی الحلال و الحرام فكيف إذا كان فی العبارات اليونسية و الفلاسفة و تلك الكفريات التی تعمی القلوب! والله قد صرنا ضحكة فی الوجود. فإلی كم تنبش دقائق الكفريات الفلسفية لنردّ عليها بعقولنا. يا رجل! قد بلعت سموم الفلاسفة و مصنفاتهم مرّات، و بكثرة استعمال السموم يدْمِنُ عليها الجسم و تكمن والله فی البدن و اشوقاه إلی مجلس فيه تلاوة بتدبّر، و خشية بتذكر، وصمت بتفكّر، واهاً لمجلس يذكر فيه الأبرار فعند ذكر الصالحين تنزل الرحمة، لا عند ذكر

2/550، مکتبۃ الرشد، ریاض

(105)ترمذی، 4/142، حدیث: 2324، دار الفکر، بیروت

(106)مسند احمد، 1/289، حدیث: 143، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت

الصالحين يذكرون بالإزدراء و اللعنة كان سيف الحجاج و لسان ابن حزم شقيقين و اخَيتَهما بالله خلّونا من ذكر بدعة الخميس و اكل الحبوب، وجدوا فى ذكر بدع كنّا نعدها رأساً من الضلال قد صارت هى محض السنة و اساس التوحيد، و من لم يعرفها فهو كافر أوحمار، و من لم يكفّر فهو اكفر من فرعون و تعد النصارى مثلنا و الله فى القلوب شكوك ان سلم لك ايمانك بالشهادتين فانت سعيد.

يا خيبة من اتبعك فانّه مُعرّض للزندقة و الانحلال، و لاسيما إذا كان قليل العلم و الدين باطولياً شهوانياً، لكنّه ينفعك و يجاهد عنك بيده و لسانه و فى الباطن عدوّ لك بحاله و قلبه. فهل معظم أتباعك إلاّ قعيد مربوط خفيف العقل، او ناشف صالح عديم الفهم، فان لم تصدقنى ففتّشهم وزنهم بالعدل.

يامسلم! اقدم حمار شهوتك لمدح نفسك، إلى كم تصادقها و تعادى الأخيار؟ إلى كم تصدقها و تزدرى بالأبرار، إلى كم تعظمها و تصغر العباد، إلى متى تخالِلها و تمقت الزهاد، إلى متى تمدح كلامك بكيفية لاتمدح بها و الله احاديث الصحيحين. ياليت احاديث الصحيحين تسلم منك بل فى كل وقت تغير عليها بالتضعيف و الإهدار او بالتأويل و الإنكار.

أما آن لك ان ترعوى؟ أما حان لك ان تتوب و تنيب؟ أما انت فى عشر السبعين وقد قرب الرحيل. بلى و الله ما أذكر انّك تذكر الموت، بل تزدرى

بمن يذكر الموت، فما اظنّك تقبل على قولي و لا تُصغي إلى وعظي، بل لك همّة كبيرة في نقض هذه الورقة بمجلدات و تقطع لي أذناب الكلام، ولاتزال تنتصر حتّى اقول لك و البتة سكتت.

فإذا كان هذا حالك عندي و أنا الشفوق المحبّ الوادّ، فكيف يكون حالك عند اعدائك، و أعدائك و الله فيهم صلحاء و عقلاء و فضلاء، كما انّ اوليائك فيهم فجرة و كذبة و جهلة و بطلة و عور و بقر.

قد رضيت منك بأن تسبّني علانية و تنتفع بمقالتي سراً: رحم الله امرأ اهدى إلى عيوبي، فانّي كثير العيوب، عزيز الذنوب، الويل لي ان أنا لا أتوب، و وافضيحتي من علاّم الغيوب، و دوائي عفو الله و مسامحته و توفيقه و هدايته، و الحمدلله ربّ العالمين، و صلّى الله على سيدنا محمّد خاتم النبيين و على إله و صحبه اجمعين.

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔

تعریف اللہ سے مخصوص ہے میری ذلت پر، اے میرے رب! مجھ پر رحم فرما اور میری خطا پر پردہ ڈال دے میرے ایمان کو محفوظ فرما۔ ہائے افسوس میرے غم کی کمی پر، ہائے افسوس سنت اور سنت پر عمل کرنے والوں کے جانے پر۔ کس قدر اپنے مومن بھائیوں کا مشتاق ہوں تاکہ رونے میں میری مدد کریں اور کس قدر ان شخصیات کے فقدان پر غمگین ہوں جو علم کے چراغ، اہل تقوی اور نیکیوں کا خزانہ تھے۔ ہائے افسوس حلال درہم اور ہمدم

بھائی کی مجھے حسرت ہے۔ کتنا خوش نصیب ہے وہ شخص جس کا اپنا عیب اس کو دوسروں کے عیوب دیکھنے سے روکے اور کتنا بد نصیب ہے وہ شخص جو لوگوں کے عیوب دیکھنے میں مشغول ہونے کی وجہ سے اپنے عیوب نہ دیکھ سکے۔ کب تک اپنے بھائی کی آنکھ میں تنکا دیکھو گے لیکن درخت کا پورا تنا اپنی آنکھ میں نہیں دیکھ رہے ہو؟ کب تک اپنی اور اپنی گفتار اور عبارات کی تعریف کرو گے اور علماء کی مذمت کرو گے اور لوگوں کی غلطیوں کا پیچھا کرو گے جبکہ جانتے ہو کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اس کام سے منع کیا ہے جیسا کہ فرماتے ہیں: اپنے مرنے والوں کو سوائے نیکی کے یاد نہ کرو، کیونکہ وہ اس تک پہنچ چکے ہیں جو انہوں نے آگے بھیجا ہے۔

جی میں جانتا ہوں کہ میرا جواب دے دو گے تا کہ اپنی مدد کر سکو، مصیبت ان لوگوں کے بارے میں ہے جن کو اسلام کے بارے میں کچھ معلوم نہیں اور محمد صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی شریعت کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں ہے جبکہ یہ کام جہاد ہے۔ہاں خدا کی قسم! انہوں نے اتنی اچھائی سمجھ لی ہے کہ اگر بندہ اس پر عمل کرتا تو کامیاب ہو جاتا لیکن بہت سارے ایسے امور کے بارے میں جاہل ہیں کہ جن کو انجام دینے کے لیے خدا نے حکم نہیں دیا ہے۔ اور حدیث میں ہے: انسان کے اسلام کی اچھائی اس میں ہے کہ بے مقصد چیزوں کو ترک کر دے۔

اے شخص! آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں! ہمارے پیچھا لگنا چھوڑ دو؛ کیونکہ

تم چرب زبان ہونے کے ساتھ اہل بحث و تکرار ہو، جس کو کوئی آرام اور قرار نہیں ہے، دین میں غلطی کرنے سے پرہیز کرو۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بعض مسائل کو چھیڑنا پسند نہیں کرتے تھے اور آپ نے بے جا اعتراضات کرنے اور زیادہ سوالات کرنے سے منع کیا اور فرمایا: "اپنی امت کے بارے میں سب سے زیادہ ایسے شخص سے ڈرتا ہوں جو چرب زبان ہے۔" بغیر دلیل کے زیادہ باتیں کرنا دل کو مردہ کر دیتا ہے اگرچہ حلال اور حرام کے بارے میں ہو۔ فلاسفہ اور یونسیہ کی عبارات تو دور کی بات ہے یہ کفریات تو دل کو اندھا کر دیتی ہیں۔

خدا کی قسم! عالم وجود میں ہم مذاق بنے ہوئے ہیں۔ پس کب تک کفر اور فلسفہ کے دقیق مسائل کو کھودو گے کہ ہم اپنی عقلوں سے ان کو رد کریں۔ اے مرد! تم نے فلسفیوں کے زہر اور ان کی تصنیفات کو کئی مرتبہ نگل لیا ہے اور زہر کو زیادہ استعمال کرنے کی وجہ سے جسم موٹا ہو گیا ہے اور خدا کی قسم بدن میں اپنی جگہ بناتا ہے۔ کس قدر ایسی مجلس کا مشتاق ہوں جس میں قرآن تدبر کے ساتھ، خشوع تذکر اور سکوت کے ساتھ ہو۔ کس قدر ایسی مجلس کا مشتاق ہوں جس میں نیک لوگوں کا ذکر ہو؛ کیونکہ نیک لوگوں کی یاد کرتے وقت برکت نازل ہوتی ہے، نہ یہ کہ نیک لوگوں کی یاد کرتے وقت ذلت اور لعنت بھیجتے ہوئے ان کی یاد کریں۔ گذشتہ زمانے میں حجاج کی تلوار اور ابن حزم کی زبان دو بھائیوں کی طرح تھیں اور تم نے دونوں کو اکھٹا کیا ہے۔

خدا کی قسم! ہمیں جمعرات کی بدعت کا ذکر کرنے اور اناج کھانے سے

آزاد کر دیں۔ ان کو ایسی بدعتوں کا ذکر کرتے ہوئے دیکھا گیا ہے جو گمراہی کی بنیاد تھیں، لیکن اس وقت حقیقی سنت اور توحید کی بنیاد کے طور پر پیش کی گئی ہے، جو شخص اس کو نہ پہچان لے وہ کافر یا کھوتا ہے، اور جو شخص تکفیر نہ کرے فرعون سے بھی زیادہ کافر ہے اور عیسائی ہماری طرح سمجھے جاتے ہیں۔ خدا کی قسم! دلوں میں ایسے شک پائے جاتے ہیں کہ اگر آپ کا ایمان کلمہ شہادتین پڑھنے سے آپ کے لیے سالم رہے تو تمہیں خوش بختی ملی ہے۔ خسارے میں ہے وہ شخص جس نے تیری پیروی کی ہے، وہ کفر اور بکھرنے کی زد میں ہے، خاص طور پر جب تھوڑے سے علم اور ایمان کا حامل ہو اور طویل شہوانی آرزوئیں رکھتا ہو لیکن کیا ایسا شخص تمہیں نفع پہنچا سکتا ہے اور اپنے ہاتھ اور زبان سے تمہارا دفاع کر سکتا ہے جبکہ باطن میں دلی طور پر آپ کا دشمن ہے۔ کیا آپ کے اکثر پیروکار نادار، غیر مستقل اور کم عقل یا نیک مگر ناسمجھ اور بے شعور افراد نہیں ہیں؟! اگر میری بات کی تصدیق نہیں کرتے ہو تو تحقیق کرو اور ان کو انصاف کے ساتھ تولو۔

اے مسلمان! اپنی تعریف کرنے کے لیے اپنی شہوت کا گدھا آگے کرو، کب تک اس کے ساتھ صداقت سے پیش آتے رہو گے اور نیک لوگوں کے ساتھ دشمنی کرتے رہو گے؟ اور کب تک اس کی تعظیم کر کے اللہ کے بندوں کی تحقیر کرتے رہو گے، کب تک اس کے ساتھ دوستی کرو گے لیکن زاہدوں کے ساتھ دشمنی کرتے ہو؟! اور کب تک اپنی بات اور گفتگو کی تعریف کرتے

رہو گے یہاں تک کہ خدا قسم صحیحین کی احادیث کی تعریف نہیں کرتے ہو؟! کاش صحیحین کی احادیث تمہاری زبان سے محفوظ رہتیں، تم ہر وقت ان کو تضعیف کر کے ان پر حملہ کر کے اور تاویل کر کے غصہ کا اظہار کرتے ہو۔ کیا اب ان کاموں کو ترک کرنے کا وقت نہیں ہوا ہے؟! کیا توبہ کرنے اور واپس پلٹنے کا وقت نہیں ہوا ہے؟! کیا تم اپنی عمر کی ساتویں دہائی میں نہیں ہو کیا تمہارے جانے کا وقت نزدیک نہیں ہے؟ ہاں مجھ یاد نہیں ہے کہ تم نے موت کو کبھی یاد کیا ہو، بلکہ جو بھی موت کی یاد کرتا تھا تو تم اس کی مذمت کرتے تھے۔ میں نہیں سمجھتا کہ میری بات مان لوگے اور میری نصیحت پر عمل کروگے کیونکہ تم اس ورق میں لکھی ہوئی باتوں کو چند جلدوں پر مشتمل کتاب لکھ کر نقض کرنے کی ہمت رکھتے ہو اور مجھ اپنی باتوں کے درپے رہنے سے روکتے ہو اور ہمیشہ اپنا دفاع کرتے ہو تاکہ میں تم سے کہوں میں خاموش ہو گیا ہوں۔

اگر میں آپ کا مخلص دوست ہونے کے باوجود میرے نزدیک آپ کی حالت یہی ہے تو آپ کے دشمن آپ کو کس نظر سے دیکھتے ہوں گے۔ خدا کی قسم تمہارے دشمنوں میں صالح، عاقل اور فاضل افراد موجود ہیں، جس طرح تمہارے دوستوں میں فاسق و فاجر، جھوٹے، جاہل، ناحق، اندھے اور گائے (احمق) موجود ہیں۔ میں راضی ہوں کہ آپ مجھ سر عام بُرا بھلا کہہ دیں مگر درپردہ میری گفتگو سے فائدہ اٹھائیں، جیسا کہ روایت میں ذکر ہے: خدا رحمت کرے اس شخص پر جو مجھے میرے عیبوں کا تحفہ دے دے۔

میرے بہت سارے عیب ہیں، افسوس ہے اگر توبہ نہ کروں، خدا کی طرف سے رسوا ہونے پر افسوس ہے جس کا علم غیب بہت زیادہ ہے، خدا کا عفو اس کی بخشش، چشم پوشی، توفیق اور ہدایت میرا علاج ہے۔ اور تعریف فقط اس خدا کی ہے کہ تمام مخلوقات کا پروردگار ہے اور دُرود ہو ہمارے سردار محمد صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر جو خاتم النبیین ہیں اور ان کی آل اور تمام اصحاب پر دُرود ہوں۔

نصیحت نامہ کے خطی نسخہ پر تحقیق

اس نصیحت نامہ کا خطی نسخہ قاہرہ کے "دارالکتب المصریہ" میں اس نمبر (18823 ب) کے ساتھ موجود ہے، جس پر قاضی ابنِ شہبہ کے دستخط میں موجود ہیں، انہوں نے قاضی القضاۃ برہان الدین (المعروف ابن جماعہ) کے ہاتھ سے لکھے ہوئے مخطوطہ سے اسے نقل کیا ہے، ابن جماعہ نے ابو سعید علائی کے خطی نسخہ سے اور علامہ علائی نے امام ذہبی کے خطی نسخہ سے نقل کیا ہے۔

قاضی ابنِ شہبہ، فقیہ اور مؤرخ ہیں۔ آپ کا پورا نام ابو بکر بن احمد بن محمد بن عمر اسدی دمشقی شافعی ہے، آپ سنہ 779ھ کو دمشق میں پیدا ہوئے۔ آپ نے فتوی اور تدریس کی ذمہ داری سنبھالی اور اپنے شہر اور بیت المقدس میں درسِ حدیث دیا کرتے تھے۔ آپ نے اپنے پیچھے "طبقات الفقہاء الشافعیہ"، "شرح منہاج الطالبین للنووی" وغیرہ علمی آثار چھوڑے۔[107]

---

(107) سلم الوصول الی طبقات الفحول، 1/ 79، مکتبہ ارسیکا استنبول، شذرات الذھب، 9/ 392، دار ابن کثیر بیروت

ابن جماعۃ یعنی قاضی القضاۃ، مفسر قرآن برہان الدین ابراہیم بن عبد الرحیم بن محمّد بن سعد اللہ بن جماعۃ سن 725ھ کو مصر میں پیدا ہوئے ہیں۔ شام کی طرف سفر کرتے ہوئے علامہ مِزّی اور ذہبی کے ساتھ تھے اور ان دونوں سے بہت نقل کیا ہے اور بعد میں صدر العلماء بنے، مصر اور شام میں قضاء کا عہدہ سنبھالا۔ اسی لیے ان کی سیرت بیان کرتے ہوئے فقیہ اور محدث کے طور پر ان کا تعارف کروایا جاتا ہے۔(108)

حافظ ابوسعید علائی اصولی، فقیہ ابوسعید صلاح الدین خلیل بن کیکلوی علائی دمشقی شافعی ہیں، آپ سن 694ھ کو دمشق میں پیدا ہوئے ہیں اور بہت سارے علماء سے استفادہ کیا ہے۔ آپ نے دمشق اور قدس کے مختلف مدارس میں تدریس کی ذمہ داری نبھائی اور علم حدیث کو شام، مصر اور حجاز میں علمِ حدیث حاصل کیا، آپ فتوی نویسی کیا کرتے تھے اور کئی تصنیفات کے مالک تھے۔(109)

اس نصیحت نامہ کا ایک اور نسخہ دمشق کے ''دار المکتبة الظاهریہ'' میں (1347) نمبر کے ساتھ موجود ہے۔

شبہ

بعض لوگ کہتے ہیں: یہ بات درست نہیں ہے کہ امام ذہبی علیہ الرحمہ نے

---

(108) الدرر الکامنہ، 1/40، دائرۃ المعارف العثمانیۃ، ہند

(109) الدرر الکامنہ، 2/212، دائرۃ المعارف العثمانیۃ، ہند، شذرات الذھب، 6/190 دار ابن کثیر بیروت، طبقات الشافعیہ، 10/35، ہجر للنشر والتوزیع

ابن تیمیہ کے لیے کوئی وصیت نامہ لکھا ہو؛ کیونکہ امام ذہبی علیہ الرحمہ نے اپنی کتابوں میں اپنے استاد ابن تیمیہ کی تعریف کی ہے۔ جبکہ ابن قاضی شہبہ علیہ الرحمہ تو ابن تیمیہ کے مخالفین میں سے تھے۔ لہٰذا اس قسم کے وصیت نامہ کے موجود ہونے کے بارے میں ابن قاضی شہبہ کی گواہی قبول نہیں کی جاسکتی۔

جواب

پہلی بات تو یہ ہے کہ بعید نہیں کہ کوئی شخص پہلے کسی شخص کی تعریف کرے لیکن بعد میں اس کے برے کام دیکھنے کی وجہ سے اسکی سوچ تبدیل ہو جائے اور بالآخر اس کی مذمت کرے۔ علامہ ذہبی کا معاملے میں بھی ایسا ہی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ علامہ ذہبی کی دیگر عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن تیمیہ کے بارے میں ان کی رائے تبدیل ہو گئی تھی۔

جیسا کہ ذہبی اپنی کتاب ”بیان زغل العلم و الطلب“ میں ایک شخص کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فان برعتَ فی الأصول و توابعها من المنطق و الحکمة و الفلسفة و آراء الأوائل و محاورات العقول و اعتصمتَ مع ذلك بالکتاب و السنة و اصول السلف، و لفقت بین العقل و النقل، فما اظنّك فی ذلك تبلغ رتبة ابن تیمیة ولا واللہ تقاربها. و قد رأیت ما آل أمره الیه من الحطّ علیه و الهجرو التضلیل و التکفیرو التکذیب بحقّ و بباطل. فقد کان قبل ان یدخل فی هذه الصناعة منوّراً مضیئاً علی مُحَیاه سیماء السلف، ثم صار مظلماً

مکسوفاً علیه فتنة عند خلائق من الناس، و دجّالا افّاكاً كافراً عند اعدائه.

اگر آپ نے اصول اور اس کے توابع علوم جیسے منطق، حکمت، فلسفہ، متقدمین کی آراء اور عقلی ابحاث میں مہارت حاصل کرلی ہے اور ان کے ذریعے قرآن و سنت اور اسلاف کے اصولوں سے تمسک کیا اور ان پر اعتماد کیا ہے اور عقل و نقل کو جمع کیا ہے تو میں نہیں سمجھتا کہ ان امور میں آپ ابن تیمیہ کے مرتبہ تک پہنچ جائیں یا اس کے علم کے نزدیک ہو جائیں؛ (کیونکہ) آپ نے دیکھا کہ اس کے ساتھ کیا ہوا؟ وہ کس طرح ذلیل و خوار ہوا؟ اور دھتکارا گیا اور اس کی طرف حق اور باطل اور گمراہی اور کفر کی نسبت کی گئی۔ وہ اس کام میں داخل ہونے سے پہلے ایک نورانی شخص تھا اور سلف کی جھلک اس کے چہرے میں نظر آتی تھی لیکن لوگوں کے نزدیک اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا اور اس کی عزت چھن گئی اور وہ اپنے مخالفین (اہل سنت) کے نزدیک دجال، تہمت لگانے والے اور کافر کے طور پر پہچانا گیا۔[110]

حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ نے بھی علامہ ذہبی علیہ الرحمہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے ابن تیمیہ کے بارے میں کہا:

و أنا لا اعتقد فيه عصمة، بل أنا مخالف له في مسائل اصلية و فرعية.

یعنی میں اس کے بارے میں عصمت کا قائل نہیں ہوں بلکہ اصلی اور فرعی مسائل میں، میں اس کا مخالف ہوں۔[111]

(110) بیان زغل العلم والطلب، ص 23، مکتبۃ الصحوۃ الاسلامیہ

(111) الدرر الکامنہ، 1/176، دائرۃ المعارف العثمانیۃ، ہند

امام تقی الدین محمدّ بن ابی بکر بن عیسیٰ مالکی (وفات750ھ)

آپ اہل سنت کے فقیہ، قاضی القضاۃ اور محدث ہیں، آپ نے ابن تیمیہ کا مقابلہ کیا اور "المقالۃ المرضیۃ فی الردّ علی من ینکر الزیارۃ المحمدّیۃ" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔(112)

ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں:

وکان کثیر الحطّ علی الشیخ ابن تیمیۃ واتباعہ وھوالذی عزّر الشھاب ابن مری وکان علی طریقۃ الشیخ تقی الدین. "آپ نے شیخ ابن تیمیہ اور اس کے پیروکاروں کے خلاف بہت ڈٹ کے کھڑے ہوئے اور آپ نے ہی شہاب بن مری کو تعزیر لگائی؛ کیونکہ وہ شیخ تقی الدین ابن تیمیہ کی روش پر تھا۔(113)

ابن تیمیہ کی رد میں مزید لکھتے ہیں:

فانّہ لمّا احدث ابن تیمیۃ ما احدث فی اصول العقائد و نقض من دعائم الإسلام الأرکان والمعاقد، بعد ان کان مستتراً بتبعیۃ الکتاب والسنۃ، مظھراً انّہ داع إلی الحق ھاد إلی الجنۃ، فخرج عن الإتّباع إلی الإبتداع، و شذّ عن جماعۃ المسلمین بمخالفۃ الإجماع. جب ابن تیمیہ نے اصول عقائد میں بعض بدعتیں ایجاد کیں اور اسلام کے ارکان اور بنیادوں کو ریزہ ریزہ کر دیا بعد اس کے کہ اپنے آپ کو کتاب وسنت کی پیروی کے لبادہ میں

---

(112) السلفیۃ الوھابیۃ، ص136، دار الامام الرواس، بیروت

(113) رفع الاصر، ص353، مکتبۃ الخانجی، قاہرہ

چھپالیا تھا اور یہ اظہار کیا کہ حق کی طرف دعوت کرنے والا اور بہشت کی طرف ہدایت کرنے والا ہے، لہٰذا دین کی پیروی سے نکل گیا اور بدعت ایجاد کرنے لگا اور اجماع کی مخالفت کر کے مسلمانوں کی صف سے نکل گیا۔ (114)

امام تقی الدین سبکی علیہ الرحمہ (وفات 756ھ)

آپ ابن تیمیہ کے بارے میں کہتے ہیں:

اعلم انّه یجوز ویحسن التوسل والإستغاثة والتشفع بالنبی صلّی الله علیه و آله وسلّم إلی ربّه سبحانه وتعالی وجواز ذلك وحُسنه من الأمور المعلومة لكلّ ذی دین، المعروفة من فعل الأنبیاء و المرسلین وسیر سلف الصالحین والعلماء والعوام من المسلمین، ولم ینكر أحد ذلك من أهل الأدیان، ولا سمع به فی زمن من الأزمان، حتّی جاء ابن تیمیة فتكلّم فی ذلك بكلام یلبس فیه علی الضعفاء الأغمار وابتدع مالم یسبق الیه فی سائر الأعصار... وحسبك انّ انكار ابن تیمیة للاستغاثة والتوسل قول لم یقله عالم قبله وصار به بین أهل الإسلام مُثلة.

جان لو کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا وسیلہ پکڑنا، ان سے استغاثہ کرنا اور پروردگار سبحانہ تعالیٰ کے نزدیک ان کی شفاعت طلب کرنا جائز اور اچھا ہے اور اس کام کا جواز اور حسن ہر صاحب دین کو معلوم ہے اور انبیاء و مرسلین اور سلف صالح، علماء اور مسلمان عوام کی سیرت میں مشہور و معروف ہے، کسی

(114) الدرۃ المضیہ، ص 67، مکتبۃ الحقیقۃ استانبول، ترکی

دیندار نے اس کا انکار نہیں کیا ہے اور کسی زمانے میں کسی شخص نے نہیں سنا ہے، یہاں تک ابن تیمیہ آگیا اور اس نے اس حوالے سے بات کی اور کمزور عقل والوں کے لیے اس بات کو مشکل بنا دیا اور ایسی بدعت ایجاد کی جس کی مثال کسی زمانے میں نہیں ملتی ہے۔۔۔ تمہارے لیے اتنا کافی ہے کہ ابن تیمیہ کی طرف استغاثہ اور توسل کا انکار کرنا ایسی بات ہے کہ کوئی عالم اس سے پہلے اس بات کا معتقد نہیں تھا، یہ ایک ایسا امر تھا جس کی وجہ سے اہل اسلام میں تفرقہ اور شگاف ایجاد ہوا۔(115)

نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی قبر انور کی زیارت کے مسئلہ میں ابن تیمیہ کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ومن المعلوم انّ الزيارة بقصد التبرك والتعظيم لاتنتهى فى التعظيم إلى درجة الربوبية ولا تزيد على ما نصّ عليه فى القرآن والسنة وفعل الصحابة من تعظيمه فى حياته وبعد وفاته، فكيف يتخيل امتناعها. ترجمہ: یہ بات واضح اور روشن ہے کہ تبرک اور تعظیم کی غرض سے زیارت کرنا درجہ ربوبیت والی تعظیم تک نہیں پہنچتا اور اس سے نص قرآن و سنت پر کوئی زیادتی نہیں ہوتی اور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی حیات کے زمانے میں اور وفات کے بعد بھی تعظیم کرنا صحابہ کرام علیہم الرضوان کا فعل رہا ہے۔ ابن تیمیہ کے ذہن میں یہ بات کیسے آگئی ہے کہ اس زیارت سے لوگوں کو روکے۔(116)

---

(115) شفاء السقام، ص 120، 119 دائرۃ المعارف النظامیہ حیدر آباد، ہند

(116) شفاء السقام، ص 323، دار الکتب العلمیہ، بیروت

صلاح الدین خلیل صَفَدی (وفات 764ھ)

آپ اپنی کتاب "اعیان العصر واعوان النصر" میں لکھتے ہیں:

انفرد ابن تیمیة بمسائل غریبة و رجّح فیها اقوالا ضعیفة، عند الجمهور معیبة کاد منها یقع فی هوّة. ترجمہ: ابن تیمیہ بعض عجیب و غریب مسائل کے اعتقاد میں منفرد تھا، یعنی اہل سنت سے بالکل الگ تھلگ رائے رکھتا تھا اور اس نے کئی ایسے ضعیف اور کمزور اقوال کو (بطور عقیدہ) اختیار کیا، جو جمہور علمائے اہلِ سنت کے نزدیک عیب شمار ہوتے تھے، جن کی وجہ سے قریب تھا کہ گمراہ ہو جائے۔(117)

اسعد بن علی یافعی (وفات 767ھ)

آپ ابن تیمیہ کے بارے میں کہتے ہیں:

وله مسائل غریبة انکر علیه فیها وحبس بسببها مباینة لمذهب أهل السنة، ومن اقبحها نهیه عن زیارة النبی علیه الصلاة والسّلام. ترجمہ: وہ ایسے عجیب و غریب مسائل کا معتقد ہے جن کا علماء نے انکار کیا ہے اور انہی تفردات کی وجہ سے اس کو قید کیا گیا؛ کیونکہ اس کے تفرادت، مذہبِ اہلِ سنت کے خلاف تھے، ان میں سب سے قبیح نظریہ، لوگوں کو روضہ رسول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی زیارت سے منع کرنا تھا۔(118)

---

(117) اعیان العصر واعوان النصر، 1/235، دار الفکر، بیروت

(118) مرآۃ الجنان، 4/209، دار الکتب العلمیہ بیروت

عفیف الدین عبد اللہ بن اسعد یافعی (وفات 768ھ)

ابن قاضی شہبہ، امام یافعی علیہ الرحمہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

الشیخ الإمام القدوۃ العارف الفقیہ العالم شیخ الحجاز عفیف الدین. شیخ، امام، پیشوا، عارف، فقیہ، عالم، شیخ حجاز، پاکباز، دیندار۔(119)

علامہ عفیف الدین یافعی علیہ الرحمہ کے حوالے سے ابن رافع بیان کرتے ہیں:

ولہ کلام فی ذم ابن تیمیۃ ولذلك غمزہ بعض من تعصب لابن تیمیۃ من الحنابلۃ وغیرھم. **آپ نے بھی ابن تیمیہ کی مذمت میں کلام کیا ہے** اسی لیے بعض حنابلہ سمیت وہ افراد جو ابن تیمیہ کے حوالے سے متعصب ہیں، انہوں نے علامہ عفیف الدین پر جرح کی ہے۔(120)

امام ضیاء الدین خلیل بن اسحاق مالکی (وفات 776ھ)

آپ عقیدہ توسل کا اثبات اور ابن تیمیہ کا رد کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

ویسأل اللہ تعالی بجاھہ فی التوسل بہ؛ إذ ھو محطّ جبال الأوزار واثقال الذنوب؛ لانّ برکۃ شفاعتہ وعظمھا عند ربّہ لایتعاظمھا ذنب. ومن اعتقد خلاف ذلك فھو المحروم الذی طمس اللہ بصیرتہ واضلّ سریرتہ. ألم یسمع قولہ تعالی: ﴿وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْكَ﴾ الآیۃ

بارگاہ الٰہی میں نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے مقام ومرتبہ کو وسیلہ قرار

---

(119) طبقات الشافعیہ لابن شہبہ، 3/ 95، عالم الکتب، بیروت

(120) طبقات الشافعیہ لابن شہبہ، 3/ 247، عالم الکتب، بیروت

دے کر دعا مانگنی چاہیے؛ کیونکہ یہ وسیلہ مصطفی ہی ہے جو عیوب کے پہاڑوں اور گناہوں کے بوجھ کو نابود کر دیتا ہے؛ اس لیے کہ اللہ کے نزدیک ان کی شفاعت کی برکت اور ان کی عظمت کے ساتھ کوئی گناہ مقابلہ نہیں کر سکتا۔ جو اس کے بر خلاف معتقد ہو (یعنی ابن تیمیہ)، تو وہ آپ کی شفاعت سے محروم رہے گا۔ وہ (ابن تیمیہ) ایسا شخص ہے کہ اللہ نے اس کی بصیرت چھین لی اور اس کے دل کو گمراہ کر دیا ہے۔ کیا اس نے اللہ تعالی کا یہ فرمان نہیں سنا: (اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب! تمہارے حضور حاضر ہوں)۔[121]

علامہ زرقانی اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

و لعلّ مرادہ التعریض بابن تیمیۃ. اس کلام سے آپ کی مراد ابن تیمیہ پر چوٹ و اعتراض کرنا ہے۔[122]

محمد بن عبد اللہ ابن بطوطہ (وفات 779ھ)

آپ اپنی کتاب "تحفۃ النظار فی غرائب الأمصار و عجائب الأسفار" میں لکھتے ہیں:

وکان بدمشق من کبار الفقہاء الحنابلۃ تقی الدین بن تیمیۃ کبیر الشام یتکلم فی الفنون؛ إلّا انّ فی عقلہ شیئاً... وکنت إذ ذاك بدمشق فحضرتہ یوم الجمعۃ وھو یعظ الناس علی منبر الجامع ویذکرھم فکان من

(121) شرح المواھب اللدنیہ، 12/219، دار الکتب العلمیہ، بیروت

(122) شرح المواھب اللدنیہ، 12/219، دار الکتب العلمیہ، بیروت

جملة كلامه أن قال: انّ الله ينزل إلى سماء الدنيا كنزولى هذا ونزل درجة من درج المنبر فعارضه فقيه مالكى يعرف بابن الزهراء وانكر ما تكلم به، فقامت العامة إلى هذا الفقيه وضربوه بالأيدى والنعال ضرباً كثيراً حتّى سقطت عمامته، وظهر على رأسه شاشية حرير، فانكروا عليه لباسها واحتملوه إلى دار عزالدين بن مسلم قاضى الحنابلة، فأمر بسجنه وعزره بعد ذلك. فانكر فقهاء المالكية والشافعية ما كان من تعزيره.

ترجمہ: دمشق کے کبار فقہائے حنابلہ میں سے ایک نام تقی الدین ابن تیمیہ نام تھا، جو شام کے بڑے علماء میں سے تھا، مختلف علوم وفنون کے حوالے سے گفتگو کرتا تھا، مگر ذہنی حوالے سے ٹھیک نہیں تھا۔۔۔ میں اس وقت دمشق میں تھا کہ جمعہ کے دن اس کے پاس گیا تو وہ جامع مسجد کے منبر پہ بیٹھ کر لوگوں کو نصیحت کر رہا تھا۔ اس کی باتوں میں ایک یہ تھی جو وہ کہہ رہا تھا: **''خدا آسمان دنیا سے ایسے اترے گا جیسے میں اترتا ہوں۔ یہ کہا اور منبر کی سیڑھیوں سے نیچے آیا۔''** (العیاذ باللہ) اس بات پر ابن الزہراء نامی مالکی فقیہ نے اس کی گرفت فرمائی، اور جو کچھ اس نے کہا تھا اس کا ردّ کیا، اس پر لوگوں نے ابن زہراء فقیہ پر حملہ کیا اور اپنے ہاتھ اور جوتوں سے اسکی سخت پٹائی کی یہاں تک کہ اس کا عمامہ سر سے گر گیا اور عمامہ کے نیچے پہنی ہوئی ٹوپی نظر آگئی جو ریشم کی تھی، اس پر ابن تیمیہ کے جاہل پیروکاروں نے (اصل اختلاف سے توجہ ہٹانے کے لیے) ابن زہراء پر ریشم کی ٹوپی پہننے کا اعتراض کرنے لگے، بعدہُ انہیں (فقیہ ابن زہراء)

کو قاضی حنابلہ عزالدین بن مسلم کے گھر لے جایا گیا، قاضی نے حکم دیا کہ ان کو قید کر کے تازیانے لگائے جائیں۔ قاضی صاحب کی اس غیر شرعی سزا (اور باطل کی خاموش تائید) پر کثیر مالکی اور شافعی فقہاء نے غم و غصہ کا اظہار کیا۔[123]

زین الدین عبدالرحمٰن بن رجب حنبلی (وفات 795ھ)

شیخ ابو بکر حصنی شافعی آپ کے بارے میں کہتے ہیں:

وکان الشیخ زین الدین بن رجب الحنبلی ممّن یعتقد کفر ابن تیمیة، وله علیه الردّ. وکان یقول بأعلی صوته فی بعض المجالس: معذور السبکی یعنی فی تکفیره. شیخ زین الدین بن رجب حنبلی علیہ الرحمہ ان لوگوں میں سے تھے جو ابن تیمیہ کو کافر قرار دیتے تھے اورآپ نے ابن تیمیہ کے رد میں با قاعدہ ایک کتاب لکھی۔ اور آپ بعض مجالس میں علی الاعلان ببانگ دہل یہ کہتے تھے کہ علامہ سبکی علیہ الرحمہ، ابن تیمیہ کی تکفیر کرنے میں حق بجانب ہیں۔[124]

نویں صدی کے علماء کا نظریہ

امام محمد بن محمد علاء بخاری حنفی علیہ الرحمہ (وفات 814ھ):

ابن تیمیہ کا پیروِ خاص محمد علی شوکانی اپنی کتاب "البدر الطالع" میں امام محمد بن محمد علاء بخاری علیہ الرحمہ کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

کان یسأل عن مقالات ابن تیمیة التی انفرد بها فیجیب بما ظهر له

(123) تحفۃ النظار فی غرائب الامصار، 1/109، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت

(124) دفع شبہ من شبہ وتمرّد، ص 123، مکتبہ ازہریہ للتراث، قاہرہ

من الخطأ، وينفر عنه قلبه إلى ان استحكم ذلك عليه، فصرّح بتبديعه ثم تكفيره، ثم صار يصرّح في مجلسه انّ من اطلق على ابن تيمية انه شيخ الإسلام فهو بهذا الإطلاق كافر. ترجمہ: آپ سے ابن تیمیہ کے نظریات و تفردات کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے جواب دیا کہ اس کے یہ نظریات غلط ہیں۔ آپ دلی طور پر ابن تیمیہ سے متنفر تھے یہاں تک اس کی نفرت مستحکم ہو گئی۔ اسی وجہ سے صراحت سے کہہ دیا کہ اس نے بدعتیں ایجاد کی ہیں اور اس کے بعد اس کو کافر قرار دیا۔ معاملہ یہاں تک پہنچ گیا کہ اپنی مجلس میں واضح طور پر کہا کرتے تھے کہ جو بھی ابن تیمیہ کو "شیخ الاسلام" کے لقب سے پکارے تو اس عمل کی وجہ سے کافر ہو گا۔ (125)

تقی الدین ابو بکر بن محمد حسینی (وفات 829ھ)

آپ، ابن تیمیہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

انّ ابن تيمية الذى كان يوصف بانّه بحر من العلم، لايستغرب فيه ما قاله بعض الأئمة عنه من انه زنديق مطلق، و سبب قوله ذلك انّه تتبع كلامه فلم يقف له على اعتقاد حتّى انّه فى مواضع عديدة يكفر فرقة و يضلّلها، وفى آخر يعتقد ما قالته أو بعضه، مع انّ كتبه مشحونة بالتشبيه والتجسيم، والإشارة إلى الازدراء بالنبى صلّى الله عليه و آله وسلّم والشيخين وتكفير عبد الله بن عباس و انّه من الملحدين، وجعل عبد الله بن عمر من

(125) البدر الطالع، 2/ 261، 262، دار المعرفہ، بیروت

المجرمين وانّه ضالّ مبتدع.

ترجمہ: وہ ابن تیمیہ کو جس کو علم کا سمندر کہا جاتا تھا اور بعض ائمہ دین کی طرف سے اس کو مطلق زندیق (بے دین) کہنے کی بات عجیب نہیں لگتی۔ ابن تیمیہ کو زندیق و بے دین کہنے کی وجہ یہ تھی کہ ائمہ دین اس کی باتوں پر تحقیق کرکے اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ وہ ایسا شخص ہے جس نے بہت سے مقامات پر ایک فرقہ کو کافر قرار دے کر اس کی طرف گمراہی کی نسبت دی ہے اور دیگر بعض فرقوں کی طرف ناروا نسبتیں دی ہیں، جبکہ اس کی کتابیں تشبیہ اور تجسیم کے اعتقاد سے بھری پڑی ہیں اور اسی طرح حضور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم، ابو بکر اور عمر کی اہانت اور تنقیص اور عبد اللہ ابن عباس کی تکفیر سے بھری پڑی ہیں اور عبد اللہ ابن عباس کو کافروں میں سے قرار دیا ہے اور عبد اللہ ابن عمر کو مجرم اور بدعتی قرار دیا ہے۔(العیاذ باللہ)[126]

ایک اور مقام پر ابن تیمیہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

والحاصل انّه واتباعه من الغلاة فی التشبيه والتجسيم والازدراء بالنبی صلّی الله عليه وآله وسلّم وبغيض الشيخين، وبإنكار الأبدال الذين هم خلفوا الأنبياء، ولهم دواهی أخر لونطقوا بها لأحرقهم الناس فی لحظة واحدة. خلاصہ یہ کہ ابن تیمیہ اور اس کے پیرو کار تشبیہ، تجسیم، نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی اہانت، ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی دشمنی اور انبیاء کی جانشین

(126) دفع شبہ من شبہ و تمرد، ص64، مکتبہ ازہریہ للتراث، قاہرہ

شخصیات کا انکار کرنے میں غلو کرنے والوں میں سے ہیں۔ ان کے کچھ خاص مقاصد و اہداف ہیں، اگر وہ اپنے اہداف کے بارے میں صراحتاً بات کریں تو لوگ اسی وقت ان کو آگ لگاتے ہیں۔(127)

امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

لا أحد من الخلق أعظم بركة منه، ولا أوجب حقاً علينا منه، فالمعنى الذى فى زيارة قبره لا يوجد فى غيره، ولا يقوم غيره مقامه، كما انّ المسجد الحرام لا يقوم غيره مقامه، ومن ههنا شرع قصده بخصوصه، ويتعين، بخلاف غيره من القبور. ترجمہ: مخلوقات میں کوئی بھی نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے زیادہ بابرکت نہیں ہے، سب سے زیادہ آپ کا حق ہی ہماری گردن پر ہے۔ لہٰذا آپ علیہ السلام کی قبر انور کی زیارت کی جو برکات ہیں، وہ اس کے علاوہ کسی اور زیارت گاہ میں نہیں پائی جاتیں اور نہ ہی کوئی اور زیارت گاہ اس کے قائم مقام ہو سکتی ہے، جس طرح مسجد الحرام کی برکات کسی اور مسجد میں نہیں پائی جاتیں۔ بنابریں قبر انور کی زیارت کے لیے خصوصی سفر کرنا جائز ہے اور زیارت کے لیے روضہ رسول ہی معین ہے، برخلاف دیگر قبور کے۔(128)

اسی طرح آپ فرماتے ہیں:

فزيارة قبره صلّى الله عليه وآله وسلّم مستحبة بعينها؛ لما ثبت

---

(127) دفع شبہ من شبہ وتمرد، ص 123، مکتبہ ازہریہ للتراث، قاہرہ

(128) شفاء السقام، ص 247، دار الکتب العلمیہ، بیروت

فیھا من الأدلۃ الخاصۃ. ترجمہ: پس نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی قبر کی زیارت خاص طور پر مستحب ہے ان خاص دلائل کی وجہ سے جو اس حوالے سے ثابت ہو گئے ہیں۔(129)

اسی طرح آپ فرماتے ہیں:

أعلم انّہ یجوز ویحسن التوسل والإستغاثۃ والتشفع بالنبی صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم إلی ربّہ... ولم ینکر أحد ذلك من أھل الأدیان ولا سمع بہ فی زمن من الأزمان حتّی جاء ابن تیمیۃ فتکلّم فی ذلك بکلام یلبس فیہ علی الضعفاء. ترجمہ: جان لو کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے توسل، استغاثہ اور شفاعت طلب کرنا جائز اور نیک عمل ہے اور مذاہب کے پیروکاروں میں سے کسی نے ان امور کا انکار نہیں کیا ہے اور کسی زمانے میں ان امور کا انکار نہیں سنا، یہاں تک کہ ابن تیمیہ آگیا اور ان امور متفقہ فی الجواز کے بارے میں ایسی بات کی جس سے یہ بات ان کمزور ذہنوں کے لیے مشتبہ ہو گئی جن کے اوپر دھول جم گئی ہے اور ایسی بدعت ایجاد کی جو کسی زمانے میں کسی شخص کے لیے مشتبہ نہیں تھی۔(130)

امام تقی الدین علی بن عبد الکافی سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ھذا الرجل۔ یعنی ابن تیمیۃ۔ کنت رددت علیہ فی حیاتہ فی انکارہ

---

(129)شفاء السقام، ص247،دار الکتب العلمیہ، بیروت

(130)شفاء السقام، ص357،دار الکتب العلمیہ، بیروت

السفر لزيارة المصطفى صلّى الله عليه وآله وسلّم وفي انكاره وقوع الطلاق إذا حلف به، ثم ظهرلي من حاله مايقتضى انّه ليس ممّن يعتمد عليه في نقل ينفرد به لمسارعته إلى النقل. اس مرد (یعنی ابن تیمیہ) کو میں نے اس کی زندگی میں قبرِ مصطفی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی زیارت کے لیے سفر کرنے سے انکار کرنے پر اور قسم کے ذریعے طلاق واقع ہونے سے انکار کرنے پر ٹوکا تھا، اس وقت اس کے بارے میں مجھ پر واضح ہو گیا کہ جو تفردات اس نے بیان کیے ہیں ان پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا؛ کیونکہ وہ ایسا شخص ہے جو مطالب کو نقل کرنے میں جلد بازی کرتا ہے۔(131)

اسی طرح آپ اپنی کتاب "الدرة المضيئة" میں لکھتے ہیں:

امّا بعد، فانّه لمّا احدث ابن تيمية ما احدث في اصول العقائد ونقض من دعائم الإسلام والأركان والمعاقد، بعد ان كان مستتراً بتبعية الكتاب والسنة، مظهراً انّه داع إلى الحق هاد إلى الجنة، فخرج عن الاتّباع إلى الابتداع، و شذّ عن جماعة المسلمين بمخالفة الإجماع.

ترجمہ: حمد و صلوۃ کے بعد، چونکہ ابن تیمیہ نے بنیادی عقائد میں کچھ بدعتیں ایجاد کی ہیں اور اسلام کی بنیاد، ارکان اور مبانی کو توڑا ہے، بعد اس کے کہ خود کو کتاب و سنت کا پیروکار ظاہر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ حق اور بہشت کی طرف دعوت دینے والا ہے۔ لیکن درحقیقت وہ دین کی پیروی سے خارج

---

(131) فتاوی السبکی، 2/210، دار المعرفۃ، بیروت

ہو کر بدعت ایجاد کرنے والوں میں سے ہو گیا ہے اور اجماع کی مخالفت کر کے مسلمانوں کی جماعت سے نکل گیا ہے۔[132]

ابن تیمیہ کے پیروکاروں کے بارے میں علامہ ابو بکر حصنی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

والرأی السخیف الذی أخذ به هؤلاء المبتدئة من التحاقه صلّی الله علیه و آله وسلّم بالعدم، حاشاه من ذلك یلزمه ان یقال: انّه لیس رسول الله صلّی الله علیه و آله وسلّم الیوم. ترجمہ: یہ ناسمجھ اور اناڑی لوگ ایک گھٹیا نظریہ قائم کر کے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو عدم سے ملحق کرتے ہیں۔ جبکہ حضور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اس (ناپاک عقیدہ) سے پاک اور منزہ ہیں۔ کیونکہ اس گھٹیا نظریہ کے ماننے سے لازم آتا ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم، آج اللہ کے رسول نہ ہوں۔ العیاذ باللہ۔ (حالانکہ وہ تو قیامت بلکہ مابعد تک اللہ کے رسول ہیں)۔[133]

اسی طرح آپ فرماتے ہیں:

بیان زندقة من قال: انّ روحه علیه الصلاة و السلام فنیت، وانّ جسده صار تراباً، وبیان زیغ ابن تیمیة وحزبه.

اس شخص کی بے دینی کا بیان جو کہتا ہے کہ رسول کریم علیہ الصلاۃ و

(132) الدرۃ المضیئۃ، ص67، مکتبۃ الحقیقۃ، استنبول، ترکی

(133) دفع شبہ من شبہ وتمرد، ص65، مکتبہ ازہریہ للتراث، قاہرہ

السلام کی روح مبارک فنا ہو گئی اور آپ کا جسم اقدس مٹی ہو گیا ہے، **اور ابن تیمیہ اور اس کی پارٹی کی گمراہی کا بیان۔**(134)

اسی طرح ابن تیمیہ کی رد میں کہتے ہیں:

فان هذا شأنه إذا وجد شيئاً لا مساس فيه لما ابتدعه قال به وقبله ولم يطعن، وإذا وجد شيئاً على خلاف بدعته طعن فيه، وان اتفق على صحته، ولا يذكر شيئاً على خلاف هواه وان اتفق على صحته. ترجمہ: اس کی روش یہ ہے کہ جب کوئی چیز مل جاتی ہے جو اس کی بدعتوں کے ساتھ مطابقت رکھتی ہو تو اس کا قائل ہو جاتا ہے، اس کو قبول کر لیتا ہے اور اس پر اعتراض نہیں کرتا، لیکن جب کوئی چیز اس کی بدعت خلاف سامنے آجائے تو اس پر اعتراض کر دیتا ہے اگرچہ اس چیز کے صحیح ہونے پر اتفاق ہو، نیز اگر کوئی چیز اس کی ہوائے نفس (نفسانی خواہشات) کے خلاف ہو تو اس کو بھی بیان نہیں کرتا اگرچہ اس کے صحیح ہونے پر اتفاق ہو۔(135)

ابن تیمیہ کے بارے میں مزید ارشاد فرماتے ہیں:

وهذا شأنه إن وجد شيئاً يوافق هواه وخبث طويته ذكره و وسع الكلام فيه وزخرفه، وان وجد شيئاً عليه اهمله أوحمله على محمل يعرف به أهل النقل حمله وتدليسه عند تأمله. ترجمہ: ابن تیمیہ کی عادت ہے کہ

(134) دفع شبہ من شبہ وتمرد، ص 67، مکتبہ ازہریہ للتراث، قاہرہ

(135) دفع شبہ من شبہ وتمرد، ص 74، مکتبہ ازہریہ للتراث، قاہرہ

جب بھی کوئی بات اس کی خواہش اور فطرتِ خبیثہ کے مطابق ہو تو اسے بیان کرتا ہے اور اسے بنا سنوار کے طوالت کے ساتھ ذکر کرتا ہے اور اگر کوئی ایسی بات مل جائے جو اس کے عقیدہ کے خلاف ہو تو اسے چھوڑ دیتا ہے یا اس کو ایسے معنی پر محمول کر دیتا ہے کہ اہلِ علم اس میں تامل کرتے ہی اس کی دھوکا بازی و فراڈ کو سمجھ جاتے ہیں۔(136)

امام نجم الدین عمر سعدی (وفات 830ھ)

آپ شوافع کے قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) تھے، ابن تیمیہ کے بارے میں ایک سوال کے جواب دیتے ہوئے رقمطراز ہیں:

هذا الرجل المسؤول عنه فی الإستفتاء کان عالماً متعبّداً، ولکنّه ضلّ فی مسائل عدیدۃ عن الطریق المستقیم و المنهج القویم. ترجمہ: یہ شخص جس کے بارے میں سوال کیا گیا ہے ایک عالم اور عبادت گزار شخص تھا، لیکن بہت سارے مسائل میں راہِ حق سے بہک گیا ہے اور سیدھے راستے سے گمراہ ہو گیا ہے۔(137)

امام ابن حجر عسقلانی (وفات 852ھ)

امام ابن حجر عسقلانی اپنی کتاب "الدرر الکامنة" میں ابن تیمیہ کے حوالے سے فرماتے ہیں:

---

(136) دفع شبہ من شبہ و تمرد، ص 113، مکتبہ ازہریہ للتراث، قاہرہ

(137) الفتاوی السہمیہ، ص 45

ثم نسب أصحابه إلى الغلو فيه واقتضى له ذلك العُجب بنفسه حتّى زهى على ابناء جنسه واستشعر انّه مجتهد، فصار يرد على صغير العلماء وكبيرهم، قديمهم وجديدهم، حتّى انتهى إلى عمر فخطاه فى شيء، فبلغ ذلك الشيخ ابراهيم الرقى فأنكر عليه فذهب إليه واعتذر واستغفر وقال فى حقّ على اخطأفى سبعة عشر شيئاً...

ومنهم من ينسبه إلى النفاق لقوله فى على ما تقدم، ولقوله: انّه كان مخذولاحيثما توجه، وانّه حاول الخلافة مراراًفلم ينلها وانّما قاتل للرياسة لا للديانة، ولقوله: انّه كان يحبّ الرياسة و انّ عثمان كان يحبّ المال.

ترجمہ: اس کے پیروکاروں نے اس کے بارے میں بہت غلو کیا، یہی بات باعث ہوئی کہ وہ اپنے حوالے سے خود پسندی کا شکار ہو گیا، یہاں تک وہ اپنے آپ کو دوسروں سے اور اپنے ہم نوع افراد سے برتر سمجھنے لگا اور اس نے سمجھا کہ وہ مجتہد ہو گیا ہے۔ اس لیے تمام چھوٹے، بڑے اور قدیم و جدید علماء کا رد کرنے لگا حتیٰ کہ اس حد تک پہنچ گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرنے لگا کہ حضرت عمر نے بعض امور میں غلطی کی ہے۔ جب یہ بات شیخ ابراہیم رقی تک پہنچی تو آپ اس کے پاس گئے اور اِس قولِ بد پر اُس کی نکیر فرمائی تو ابن تیمیہ نے معافی مانگی اور توبہ کر لی۔ اور یہی ابن تیمیہ ایک مقام پر **حضرت علی کے بارے میں کہتا ہے: کہ انہوں نے سترہ جگہ غلطی کی ہے۔**

بعض علماء نے ابن تیمیہ کو منافق قرار دیا ہے؛ ایک تو اس حدیث پاک کی

وجہ سے جو حضرت علی کے بارے میں حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمائی ہے۔
اور دوسرا ابن تیمیہ کے اس قولِ شنیع کی وجہ سے جو اس نے کہا: کہ **حضرتِ علی اپنے کاموں کی وجہ سے رسوا ہوئے، انہوں نے بارہا خلافت حاصل کرنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوسکے، وہ حکمرانی کے لیے تو لڑتے رہے، لیکن دین کے لیے جہاد نہ کرسکے، علی** رضی اللہ عنہ **حکمرانی پسند کرتے تھے جبکہ حضرت عثمان** رضی اللہ عنہ **مال و دولت پسند کرتے تھے۔**(138)

یہی امام ابن حجر عسقلانی اپنی کتاب "لسان المیزان" میں ابن تیمیہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

لکنّه ردّ فی ردّه کثیراً من الأحادیث الجیاد التی لم یستحضر حالة التصنیف مظانّها، لانّه کان لاتساعه فی الحفظ یتکل علی ما فی صدره و الإنسان عامد للنسیان. وکم من مبالغة لتوهین کلام الرافضی ادته احیاناً إلی تنقیص علی رضی الله عنه. ترجمہ: ابن تیمیہ نے رد کے عنوان سے لکھی اپنی کتاب میں بہت ساری جید احادیث کو رد کر دیا کہ کتاب لکھتے وقت ان احادیث کے مصادر اُسے مستحضر نہیں تھے؛ کیونکہ قوی حافظہ کی وجہ سے جو کچھ اس کے ذہن میں تھا اسی پر اعتماد کرتا تھا حالانکہ انسان تو فراموشی کی زد میں ہے۔ بہت سارے مقامات میں رافضی (ابن مطہر) کے کلام کی تردید میں

---

(138) الدرر الکامنہ، 1/ 179، 181 دائرۃ المعارف العثمانیۃ، ہند

مبالغہ کرتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی توہین کر دی ہے۔[139]

احمد بن عمر بن عثمان خوارزمی (وفات868ھ)

علامہ سخاوی رحمۃُ اللہِ علیہ ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

وکان عالماً صالحاً ديناً مصرحاً بالحطّ على الطائفية العربية بل واتباع ابن تيمية بحيث انّه قال مجيباً لمن سأله عن اعتقاده من المخالفين له: اعتقادي زيتونة مباركة لاغربية ابن عربي، ولا شرقية ابن تيمية. ترجمہ: وہ ایک عالم، صالح اور دین دار شخص تھے اور طائفہ عربیہ (یعنی ابن عربی علیہ الرحمہ کے پیروکاروں) کا صراحتاً رد کرتے تھے؛ بلکہ ابن تیمیہ کے پیروکاروں کے بارے میں بھی صراحت سے بات کرتے تھے جیسا کہ جب اس کے مخالفین میں سے کسی نے اس کے اعتقاد کے بارے میں پوچھا تو اس کے جواب میں اس نے کہا: میرا اعتقاد زیتون مبارک ہے جو نہ ابن عربی کی طرح مغربی ہے اور نہ ابن تیمیہ کے اعتقادات کی طرح مشرقی ہے۔[140]

فقیہ شہاب الدین سیدی احمد زروق علیہ الرحمہ (وفات899ھ):

آپ علیہ الرحمہ وہ عظیم المرتبہ شخصیت ہیں کہ بقول شیخ خروبی علیہ الرحمہ: چالیس سال تک آپ کی جماعت قضا نہیں ہوئی، آپ علیہ الرحمہ، ابن تیمیہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

---

(139) لسان المیزان، 6/319، مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت

(140) الضوء اللامع، 2/54، دار مکتبۃ الحیاۃ، بیروت

مطعون علیہ فی عقائد الإیمان، مثلوب بنقص العقل فضلا عن العرفان.

ترجمہ: عقائد کے حوالے سے اس پر طعن کیا گیا ہے، اس کی مذمت کی گئی ہے کہ وہ ذہنی طور پر کم عقل تھا، (اسے) معرفتِ الٰہی حاصل ہونا تو بہت دور کی بات ہے۔(141)

دسویں صدی کے علماء کی نظر میں

علامہ محمد بن اسعد المعروف محقق جلال الدین الدوانی (وفات 908ھ):

آپ علیہ الرحمہ اپنی کتاب "شرح العقائد العضدیہ" میں ابن تیمیہ کے عقیدہ تجسیم کی طرف رجحان کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

واکثر المجسمة هم الظاهریون...ولابن تیمیة أبی العباس أحمد وأصحابه میل عظیم إلی إثبات الجهة، ومبالغة فی القدح فی نفیها، ورأیت فی بعض تصانیفه أنه لا فرق عند بدیهة العقل بین أن یقال هو معدوم، أو یقال طلبته فی جمیع الأمکنة فلم أجده، ونسب النافین إلی التعطیل. ..لکن بعض اصحاب الحدیث لم یرض بهذا القول.

ترجمہ: مجسمہ فرقہ کی اکثریت داؤد ظاہری کی پیروکار ہے، اور ابن تیمیہ اور اس کے شاگردوں کا بھی عقیدہ اثباتِ جہت کی طرف بہت زیادہ میلان ہے۔ اور انہوں نے جہت کی نفی کرنے والوں کا شدید رد کیا ہے، اور میں نے ابن تیمیہ کی بعض تصانیف میں لکھا دیکھا کہ "کسی کا یہ کہنا کہ میں نے اسے

(141) شواھد الحق، ص 343، مرکز اہل سنت برکات رضا، ہند

سب جگہ ڈھونڈا کہیں نہ پایا اور (یہ کہنا کہ) وہ معدوم ہے "بداہتِ عقل تقاضا کرتی ہے کہ ان دونوں اقوال میں کچھ فرق نہیں ہے۔" اور اللہ تعالیٰ سے جہت کی نفی کرنے والوں (اہلِ سنت) کو اس نے فرقہ معطلہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ ابن تیمیہ کے اس عقیدہ جہت والے قول سے ائمہ محدثین راضی نہیں ہیں۔(142)

علامہ شہاب الدین قُسطلانی (وفات 923ھ)

آپ علیہ الرحمہ ابن تیمیہ کے بارے میں کہتے ہیں:

وللشیخ تقی الدین بن تیمیة هنا کلام شنیع عجیب یتضمّن منع شدّ الرحال للزیارة النبویة المحمّدیة، وانّه لیس من القرب بل بضدّ ذلك، و ردّ علیه الشیخ تقی الدین السبکی فی "شفاء السقام" فشفی صدور المؤمنین. ترجمہ: تقی الدین ابن تیمیہ نے یہاں پر ایک بری اور عجیب بات کہی ہے جو روضہ رسول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی طرف سفر زیارت کی ممانعت پر مشتمل ہے اور یہ کہنا کہ یہ مبارک سفر قُرب یعنی ثواب کا باعث نہیں بلکہ اس کی ضد یعنی گناہ کا باعث ہے۔ معاذ اللہ۔ فلہذا شیخ تقی الدین سبکی علیہ الرحمہ نے "شفاء السقام" میں اس بات کا رد کیا ہے اور مومنین کے دلوں کو شفا و تسکین پہنچائی ہے۔(143)

علامہ قسطلانی "المواهب اللدنیة" میں ہی ایک اور مقام پر نقل کرتے ہیں:

---

(142) تفسیر القاسمی، 5/82، دار الکتب العلمیہ، بیروت

(143) المواھب اللدنیہ، 3/590، المکتبۃ التوفیقیۃ، قاہرہ مصر

وقد روی انّ مالکاً لمّا سأله أبوجعفر المنصور العباسی: یا أباعبدالله! أأستقبل رسول الله صلّی الله علیه و آله وسلّم و ادعو أم استقبل القبلة وأدعو؟ فقال له مالك: ولم تصرف وجهك عنه وهو وسیلتك و وسیلة ابیك آدم علیه السلام إلی الله عزّوجلّ یوم القیامة. مروی ہے کہ جب ابو جعفر منصور عباسی نے امام مالک سے پوچھا: اے اباعبد اللہ! کیا نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی طرف رخ کر کے (رب سے) دعا کروں؟ یا قبلہ رُو ہو کر دعا کروں؟ امام مالک نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا: تم کیوں اپنا رخ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے موڑتے ہو جبکہ وہ قیامت کے دن اللہ عز و جل کے بارگاہ میں آپ کا وسیلہ اور آپ کے جد اعلیٰ آدم علیہ السلام کا وسیلہ ہیں۔(144)

جب ابن تیمیہ نے امام مالک و خلیفہ منصور کے اس مذکورہ بالا واقعہ کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور اس متہور نے جُزافاً بک دیا کہ

وَرُوِیَ عَنْ مَالِكٍ فِی ذٰلِكَ حِكَایَةٌ فِی خِطَابِهِ لِلْمَنْصُورِ، وَهُوَ كَذِبٌ عَلَی مَالِكٍ. ترجمہ: یہ واقعہ (جس میں خلیفہ منصور کو حجرہ اقدس کی جالی مبارک کی طرف منہ کر کے دعا کرنے کا حکم ہے)، یہ امام مالک سے نقل کرنا جھُوٹ ہے۔(145)

علامہ زرقانی علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں:

و لکن هذا الرجل - ابن تیمیة - ابتدع له مذهباً وهو عدم تعظیم

---

(144) المواهب اللدنیہ، 3/590، المکتبۃ التوفیقیۃ، قاہرہ مصر

(145) منہاج السنہ، 7/131، جامعہ سعود، سعودیہ

القبور، وانّها انّما تزار للترحم والإعتبار بشرط ان لایشدّإلیها رحل، فصار کلّ ما خالفه عنده کالصائل لایبالی بما یدفعه، فإذا لم یجد له شبهة واهیة یدفعه بها بزعمه، انتقل إلی دعوی انّه کذب علی من نُسب إلیه، مجازفة وعدم نصفه، وقد انصف من قال فیه: علمه أکبر من عقله.

ترجمہ: لیکن اس شخص (ابن تیمیہ) نے ایک ایسا نیا مذہب ایجاد کیا جس کے مطابق قبروں کی تعظیم کرنا منع ہے، اس کے بقول فقط دل میں نرمی پیدا کرنے اور فکرِ آخرت حاصل کرنے کے لیے زیارت کی جاسکتی ہے، وہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ زیارتِ قبور کے لیے سفر نہ کیا جائے۔ اس کے نزدیک اس کے تمام مخالفین حملہ آور کی طرح ہیں اور اسے کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ کس طرح اپنے مخالفین کو جواب دے رہا ہے۔ جب اسے اپنے گمان کے مطابق کوئی کمزور سا شبہ بھی نہیں ملتا کہ جس کے ذریعے وہ اپنا دفاع کرسکے تو بغیر کسی وجہ کے اس دلیل یا واقعہ کا انکار کرکے اسے کذب کہہ دیتا ہے۔ کہنے والے نے اس کے بارے میں کس قدر انصاف کی بات کہی ہے: اس کا علم اس کی عقل سے بڑھ گیا ہے۔(146)

علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:

هذا تهوّر عجیب، فان الحکایة رواها ابوالحسن علی بن فهرفی کتابه فضائل مالك باسناد لاباس به، واخرجها القاضی عیاض فی الشفاء من

(146) شرح المواھب اللدنیہ، 12/195، دار الکتب العلمیہ، بیروت

طریقه عن شیوخ عدة من ثقات مشایخه فمن این انها کذب ولیس فی اسنادها وضاع ولا کذاب . ترجمہ: یہ بہت بڑی زیادتی ہے کیونکہ اس واقعہ کو شیخ ابوالحسن بن فہر نے اپنی کتاب "فضائلِ مالک" میں ایسی سند کے ساتھ نقل کیا ہے جس میں کمزوری نہیں اور اسے قاضی عیاض نے شفاء میں متعدد ثقہ مشائخ کے حوالے سے اسی سند سے بیان کیا ہے لہٰذا اسے جھُوٹا کیسے قرار دیا جاسکتا ہے؟ حالانکہ اس کی سند میں نہ کوئی راوی وضاع ہے اور نہ ہی کذّاب۔[147]

شیخ الاسلام ابن حجر ہیتمی مکی (وفات 974ھ)

آپ علیہ الرحمہ ابن تیمیہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

ابن تیمیة عبد خذله الله واضلّه واعماه واصمه واذلّه، وبذلك صرح الأئمة الذین بینوا فساد احواله وکذب اقواله ... ومن أراد ذلك فعلیه بمطالعة کلام الإمام المجتهد المتفق علی امامته وجلالته وبلوغه مرتبة الإجتهاد أبی الحسن السبکی وولده التاج والشیخ الإمام العزّبن عبدالسلام جماعة وأهل عصرهم وغیرهم من الشافعیة والمالکیة والحنفیة. ولم یقصر اعتراضه علی متأخری الصوفیة بل اعترض علی مثل عمر بن خطاب وعلی بن أبی طالب رضی الله عنه کما سیأتی.

والحاصل ان لایقام لکلامه وزن بل یرمی فی کلّ وعر وحزن، ویعتقد فیه انّه مبتدع ضالّ مضلّ جاهل غال، عامله الله بعدله و اجازنا مثل

(147) شرح المواھب اللدنیہ، 12 / 194، دار الکتب العلمیہ، بیروت

طریقته وعقیدته وفعله...

و اخبرعنه بعض السلف انّه ذکرعلی بن أبی طالب رضی الله عنه فی مجلس آخر فقال: انّ علیاً اخطأ فی اکثر من ثلاثمائة مکان، فیالیت شعری من أین یحصل لك الصواب إذا اخطا علی بزعمك.

ابن تیمیہ وہ شخص ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے رُسوا، گمراہ، اندھا، بہرا اور ذلیل کر دیا ہے، اس کے متعلق یہی بات ان تمام ائمہ دین نے صراحت کے ساتھ بیان کی ہے جنہوں نے اس کے احوال کا فساد اور اقوال کا کذب بیان کیا ہے۔۔۔ اور جو شخص اس حوالے سے مطلع ہونا چاہتا ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ امام و مجتہد یعنی ابو الحسن سبکی جن کی امامت، بزرگی اور اجتہاد کے مرتبہ پر فائز ہونے پر سب کا اتفاق ہے، کی طرف رجوع کرے اور ان کے بیٹے تاج الدین سبکی، امام عز بن عبد السلام جماعہ، ان کے معاصر علماء اور دیگر شافعی، مالکی اور حنفی علماء کی طرف رجوع کرے۔

ابن تیمیہ ایسا شخص تھا جس نے فقط متاخرین صوفیاء پر اعتراض نہیں کیا بلکہ حضرتِ عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر صحابہ کرام بھی اس کی زبان طعن دراز سے محفوظ نہ رہے، جیسا کہ ذکر کیا جائے گا۔ خلاصہ یہ کہ اس کی باتوں کا کوئی وزن نہیں ہے بلکہ پورے اہتمام کے ساتھ پھینکی جائیں گی۔ اور اس کے بارے میں ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ وہ بدعتی، گمراہ کرنے والا، جاہل اور غلو کرنے والا ہے۔ اللہ تعالی اس کے ساتھ اپنے عدل کا معاملہ فرمائے

اور ہمیں اس کی روش، عقیدہ اور کردار سے پناہ دے۔۔۔ بعض بزرگوں سے مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ ابن تیمیہ کے سامنے حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کا ذکر ہوا تو کہنے لگا: حضرت علی نے تین سو مقام پر غلطیاں کی ہیں۔

کاش مجھے معلوم ہوتا کہ جب (تمہارے گمان فاسد کے مطابق) حضرت علی نے غلطیاں کی تو تم نے درست بات کہاں سے پائی؟(148)

اسی طرح ایک اور مقام پر ابن حجر مکی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

و اياك ان تصغى إلى ما كتب ابن تيمية و تلميذه ابن قيم الجوزية وغيرهما مـ{مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَ اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّ خَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَ قَلْبِهٖ وَ جَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ}. وكيف تجاوز هؤلاء الملحدون الحدود وتعدوا الرسول وخرقوا سياج الشريعة والحقيقة، فظنوا بذلك انّهم على هدى من ربّهم وليسوا كذلك.

ترجمہ: ابن تیمیہ اور اس کے شاگرد ابن قیم جوزیہ وغیرہ جیسوں کی کتب پر کان دھرنے سے بچو، جن لوگوں نے اپنی نفسانی خواہشات کو اپنا خدا قرار دیا ہے اللہ نے ان کو ان کے علم کے باوجود گمراہ کر دیا اور ان کے کان اور دل پر مہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں پہ پردہ ڈال دیا ہے۔ پس خدا کے علاوہ کون ہے جو اس کو ہدایت دے گا؟ ان بے دینوں نے کس طرح حدودِ الٰہیہ کو پامال کیا اور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے روگردانی کی، اور شریعت و حقیقت کے

(148) الفتاوی الحدیثیہ، 1/ 156-158، قدیمی کتب خانہ، کراچی

لباس کو پھاڑ دیا ہے۔ ان تمام برے اعتقادات کے باوجود یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے راہِ ہدایت پر ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے۔(149)

پھر لکھتے ہیں:

ولا یغتر بانکار ابن تیمیة لسنّ زیارته صلّی اللہ علیه و آله وسلّم؛ فانّه عبد اضلّه اللہ کما قال العزبن جماعة واطال فی الردّ علیه التقی السبکی فی تصنیف مستقل ترجمہ: زیارتِ روضہ رسول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے سنت ہونے کے بارے میں ابن تیمیہ کے انکار سے کوئی دھوکہ نہ کھائے؛ کیونکہ وہ ایسا شخص ہے جسے اللہ نے گمراہ کیا ہے، جیسا کہ عزبن جماعہ نے کہا ہے اور اس کے رد میں علامہ تقی الدین سبکی علیہ الرحمہ نے ایک مستقل کتاب میں تفصیلاً گفتگو کی ہے۔(150)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

من خرافات ابن تیمیة التی لم یقلها عالم قبله وصار بها بین أهل الإسلام مُثله، انّه انکر الإستغاثة والتوسل به صلّی اللہ علیه و آله وسلّم. ابن تیمیہ کی من جملہ خرافات جن کا معتقد اس سے پہلے کوئی عالم نہیں ہوا ہے اور ان خرافات کا معتقد ہونے کی وجہ سے مسلمانوں نے اس کی مذمت کی ہے وہ یہ ہے کہ اس نے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے استغاثہ اور توسل کرنے سے انکار کیا ہے۔(151)

---

(149) الفتاوی الحدیثیہ، 1 / 271، قدیمی کتب خانہ، کراچی

(150) حاشیۃ الایضاح، ص489، المکتبۃ السلفیہ، مدینہ منورہ

(151) الجوھرالمنظم، ص148

جب ابن تیمیہ نے روضہ رسول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی زیارت کے لیے سفر کو حرام قرار دیا تو اس کا رد کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں:

وجه شمول الزيارة للسفر انّها تستدعى الإنتقال من مكان الزائر إلى مكان المزور، كلفظ المجيء الذى نصّت عليه الآية الكريمة... وإذا كانت كل زيارة قربة كان كلّ سفر إليها قربة... والقاعدة المتفق عليها انّ وسيلة القربة المتوقفة عليها قربة. اس بات کی دلیل کہ لفظ زیارت، زیارتی سفر پر بھی شامل ہوتا ہے یہ ہے کہ زیارت کا لازمہ یہ ہے کہ زائر اپنی جگہ سے مزور (جس کی زیارت کی جاتی ہے) کی جگہ چلا جائے، جیسے لفظ مجیء ہے جو آیہ کریمہ میں صراحت کے ساتھ بیان ہوا ہے۔۔۔ اب جو بھی زیارت تقرب کا باعث ہو تو زیارت کے لیے کیا جانے والا سفر بھی تقرب کا باعث ہو گا۔۔۔ اور جس قاعدہ پر سب کا اتفاق ہے وہ یہ ہے کہ خدا سے تقرب کا باعث بننے والی چیز تک پہنچنے کا وسیلہ بھی تقرب کا باعث ہے۔(152)

گیارہویں صدی کے علماء کی نظر میں

امام محمّد برلسی رشیدی مالکی علیہ الرحمہ (وفات 1010ھ):

آپ، ابن تیمیہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

وقد تجاسر ابن تيمية -عامله الله بعدله- و ادعى انّ السفر لزيارة النبى صلّى الله عليه و آله وسلّم محرم بالإجماع و انّ الصلاة لا تقصر فيه

(152) الجوهر المنظم، ص10، مکتبۃ القادریہ، لاہور

لعصیان المسافر به وانّ سائر الأحادیث الواردة فی فضل الزیارة موضوعة، و اطال بذلك بما تمجه الأسماع وتنفر منه الطباع، وقد عاد شؤم کلامه علیه حتّی تجاوز إلی الجناب الأقدس المستحق لکلّ کمال انفس وحاول ما ینافی العظمة والکمال بادعائه الجهة والتجسیم، وأظهر هذا الأمر علی المنابر وشاع وذاع ذکره فی الأصاغر والأکابر وخالف الأئمة فی مسائل کثیرة واستدرك علی الخلفاء الراشدین باعتراضات سخیفة حقیرة فسقط من عین اعیان علماء الأمة، وصار مُثلة بین العوام فضلا عن الأئمة، وتعقب العلماء کلماته الفاسدة وزیفوا حججه الکاسدة واظهروا عوار سقطاته وبینوا قبائح أوهامه وغلطاته، حتّی قال فی حقه العزبن جماعة ان هو إلاّ عبد اضلّه الله واغواه وألبسه رداء الخزی وأرداه.

ابن تیمیہ نے جسارت کی ہے (خدا اس کے ساتھ عدل والا معاملہ کرے) کہ اس نے دعوی کیا ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے روضہ انور کی زیارت کے لیے سفر کرنا بالاجماع حرام ہے، اور زیارتِ سفر میں نماز قصر نہیں ہو گی؛ کیونکہ اس سفر سے مسافر گناہ گار ہوتا ہے، اور یہ کہ زیارت کی فضیلت میں ذکر شدہ تمام احادیث موضوع ہیں۔ اس نے اس موضوع میں اس قدر طویل گفتگو کی ہے کہ کان تھک جاتے ہیں اور طبیعت متنفر ہو جاتی ہے۔ اس کی منحوس گفتگو، نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے تجاوز کر کے اللہ کی پاک ذات پہنچ گئی ہے جو ہر کمال کا مستحق ہے اور وہ ایسے مطالب کا معتقد ہے جو اللہ کی عظمت اور

کمال کے لائق نہیں ہیں؛ کیونکہ وہ اللہ کے لیے جہت اور جسم کا قائل ہوا ہے اور منبر کے اوپر اس بات کا اعلان اور شائع کیا ہے اور ہر چھوٹے، بڑے کے درمیان اس بات کو نشر کیا ہے اور بہت سارے مسائل میں ائمہ دین کی مخالفت کی ہے اور خلفائے راشدین پر انتہائی گھٹیا اور حقیر اعتراضات کے ساتھ طنز کیا ہے۔ اس لیے امت کے بزرگ علماء کی نظروں سے گر گیا ہے اور عوام کی بھی مذمت سے دوچار ہوا ہے۔ علماء نے اس کی باطل باتوں کا نوٹس لے کر اس کی باطل دلیلوں کو رد کر کے اس کی لغزشوں اور مکروہ اور غلط خیالات کو واضح کر دیا ہے۔ یہاں تک کہ "علامہ عزبن جماعہ" نے اس کے بارے میں کہا ہے: وہ ایسا شخص ہے جسے اللہ نے گمراہ کر دیا ہے اور اس کو ہدایت سے دور کر دیا ہے اور اسے ذلت کا لباس پہنا دیا ہے اور اس کو نابود کر دیا ہے۔[153]

علامہ علی بن سلطان المعروف ملا علی قاری علیہ الرحمہ (وفات 1014ھ)

آپ "شرح الشفا" میں لکھتے ہیں:

وقد فرّط ابن تيمية من الحنابلة حيث حرّم السفر لزيارة النبي صلّى الله عليه وآله وسلّم. مذہبِ حنابلہ میں سے ابن تیمیہ نے انتہائی کوتاہی برتی، کہ روضہ رسول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی زیارت کے لیے سفر کرنے کو حرام قرار دیا ہے۔[154]

مزید لکھتے ہیں:

---

(153) شواھد الحق، ص 12، دار الکتب العلمیہ، بیروت

(154) شرح الشفا لملا علی قاری، 2/152، دار الکتب العلمیہ، بیروت

وقد افرط ابن تیمیة من الحنابلة حیث حرّم السفر لزیارة النبی صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم، کما افرط غیرہ، حیث قال: کون الزیارة قربة معلوم من الدین بالضرورة، وجاحدہ محکوم علیہ بالکفر.

ولعلّ الثانی أقرب إلی الصواب؛ لانّ تحریم ما أجمع العلماء فیہ بالإستحباب یکون کفراً؛ لانّہ فوق تحریم المباح المتفق علیہ فی ھذا الباب.

ترجمہ: حنابلہ میں سے ابن تیمیہ نے روضہ رسول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی زیارت کے لیے سفر کو حرام قرار دینے میں حد سے تجاوز کیا ہے، یونہی (اس کے مخالفین) دیگر علماء نے بھی تجاوز کرتے ہوئے یہاں تک کہہ دیا: زیارتِ روضہ نبوی ایسے امور سے ہے جن کے ذریعے قرب الٰہی حاصل کیا جاتا ہے اور یہ بات ضروریاتِ دین میں سے ہے، جو اس کا انکار کرے گا، کافر قرار پائے گا۔ (یعنی زیارتِ روضہ رسول کے لیے سفر کو حرام کہہ کر ابن تیمیہ کافر ہو گیا)۔ (155)

(پھر ملا علی قاری علیہ الرحمہ ان دونوں آراء کے مابین محاکمہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں): عین ممکن ہے کہ دوسرا قول (یعنی ابن تیمیہ کی تکفیر) حق کے نزدیک تر ہے؛ کیونکہ ایسے عمل کو حرام قرار دینا کفر ہے، جس کے مستحب ہونے پر علماء کا اجماع ہو، اور یہ مباح کو حرام قرار دینے سے بڑھ کر ہے جس (کی تکفیر) کے بارے میں تمام علماء متفق ہیں۔ (156)

---

(155) مجموع رسائل ملا علی قاری، 2/204، دار اللباب، ترکیا

(156) شواہد الحق، ص137، دار الکتب العلمیہ، بیروت

مصطفیٰ بن عبد اللہ المعروف حاجی خلیفہ علیہ الرحمہ (وفات 1067ھ):

آپ ابن تیمیہ کی "کتاب العرش" کا تعارف اور اس کا عقیدہ تجسیم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ذکر ابن تیمیة فی کتابه (کتاب العرش و صفته): إنّ الله تعالی یجلس علی الکرسی، وقد اخلی مکاناً یقعد فیه رسول الله صلّی الله علیه و آله وسلّم۔ ترجمہ: ابن تیمیہ نے اپنی کتاب (کتاب العرش و صفته) میں ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالی کرسی پر بیٹھتا ہے اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بیٹھنے کے لیے کچھ جگہ خالی چھوڑ دیتا ہے۔(157)

علامہ شہاب الدین احمد خفاجی علیہ الرحمہ (وفات 1069ھ)

آپ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا حکم شرعی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وزیارۃ قبرہ سنة مأثورۃ مستحبة مجمع علیها، أی علی کونها سنة، ولا عبرۃ بمن خالف فیها کابن تیمیة... وأعلم انّ هذا الحدیث هو الذی دعا ابن تیمیة ومن تبعه کابن القیم إلی مقالته الشنیعة التی کفروه بها، وصنف فیها السبکی مصنفاً مستقلا وهی منعه من زیارۃ قبر النبی صلّی الله علیه و آله وسلّم و شدّ الرحال الیه... توهم انّه حمی جانب التوحید بخرافات لاینبغی ذکرها؛ فانّها لا تصدر عن عاقل فضلا عن فاضل۔

---

(157) کشف الظنون، 2/1438، دار الکتب العلمیہ، بیروت

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور کی زیارت کرنا سنتِ مستحبہ وکارِ ثواب ہے جس کا ذکر روایات میں ہوا ہے اور روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت مستحب ہونے پر تمام علماء کا اجماع ہے۔ ابن تیمیہ جیسے شخص کی جانب سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ انور کی زیارت کی مخالفت کرنے کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔۔۔ اور جان لو کہ یہی وہ حدیث ہے جس کی وجہ سے ابن تیمیہ اور ابن قیم جیسے اس کے پیروکاروں نے نازیبا باتیں کی ہیں جس کی وجہ سے علمائے اسلام نے اس کو کافر قرار دیا ہے، اور علامہ سبکی علیہ الرحمہ نے اس کے بارے میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے، اور وہ ہے، روضہ رسول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی زیارت اور اس کے لیے سفر کی ممانعت کا رد۔۔۔ اس ابن تیمیہ کو وہم ہوا کہ یہ خرافات (جو بیان کرنے کے قابل ہی نہیں)، اُن کو ذکر کرکے اس نے توحید کی حمایت کی ہے، حالانکہ ایسی خرافات تو کوئی عاقل شخص بیان نہیں کرتا، چہ جائیکہ کوئی فاضل اس طرح کی بات کرے۔(158)

اور ابن تیمیہ کی جانب سے حدیث: "لاتجعلوا قبری عیدا"، سے استدلال کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"لاحجة فيه... فانّه نزغة شيطانية۔"

اس میں (زیارتِ روضہ انور پر ممانعت کی) کوئی حجت اور دلیل نہیں ہے۔۔۔ بلکہ (اس سے زیارت سے ممانعت پر استدلال کرنا) فقط ایک شیطانی دھوکا ہے۔(159)

---

(158) نسیم الریاض، 5/96، دار الکتب العلمیہ، بیروت

(159) نسیم الریاض، 5/113، دار الکتب العلمیہ، بیروت

بارہویں صدی کے علماء کی نظر میں

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی (وفات 1159ھ):

کلام ابن تیمیه فی منهاج السنة و غیره من الکتب موحش جدا فی بعض المواضع لاسیما فی تفریط حق اهل البیت، و فی منع زیارة النبی علیه السلام، وفی انکار الغوث و القطب والابدال، وتحقیر الصوفیة و امثال ذلك. وهذه المواضع منقوله موجودة عندی.

وقد تصدی لرد کلامه فی زمانه جهابذة علماء الشام و المغرب و المصر ثم ان ابن القیم تلمیذه الرشید قد بالغ فی توجیه کلامه لکن لم یقبله العلماء حتی ان المخدوم معین الدین السندی فی عصر سیدی الوالد اطال رسالة فی رده و اذا کان کلامه مردو دا عند علماء اهل السنة فای طعن یلحقهم فی ذلك فقط.

ترجمہ: منہاج السنۃ وغیرہ کئی کتب میں ابن تیمیہ کا کلام، انتہائی وحشت ناک ہے، بالخصوص اہل بیت کے بارے میں نازیبا باتیں، روضہ رسول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی زیارت سے منع کرنا، غوث قطب و ابدال (مقاماتِ اولیاء) کا انکار کرنا، صوفیائے کرام کی تحقیر کرنا وغیرہ۔ ابن تیمیہ کی یہ تمام متنازعہ عبارات میرے پاس نشان زدہ موجود ہیں۔

مصر اور شام کے جید علمائے کرام نے اس کے زمانہ حیات میں ہی اس کے باطل کلام کا رد کیا، پھر اس کے شاگردِ رشید ابن قیم نے اس کے کلام کی

مختلف توجیہات بیان کرنے کی سر توڑ کوشش کی لیکن علماء نے ان توجیہات کو قبول نہ کیا، یہاں تک کہ مخدوم معین الدین سندھی نے بھی میرے والد محترم کے دور میں اس ابن تیمیہ کے رد میں طویل رسالہ لکھا، بہر حال جب اس کا کلام ہی اہل سنت کے نزدیک باطل و مردود ہے تو اس پہ مزید کیا طعن کیا جائے۔[160]

تیرھویں صدی کے علماء کا نظریہ

فقیہ احمد بن محمد المعروف علامہ صاوی رحمۃ اللہ علیہ (وفات 1241ھ):

کما إذا قال لها أنت طالق ثلاثاً أو البتة وهذا هو المجمع عليه، وأما القول بأن الطلاق الثلاث في مرة واحدة لا يقع إلا طلقة فلم يعرف إلا لابن تيمية من الحنابلة، وقد رد عليه أئمة مذهبه حتى قال العلماء إنه الضال المضل ونسبتها للإمام أشهب من أئمة المالكية باطلة.

ترجمہ: جیسا کہ کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ تجھے تین طلاق (تو تینوں واقع ہو جائیں گی)، یہ اجماعی مسئلہ ہے، بہر حال یہ کہنا کہ ایک ہی مرتبہ تین طلاق دینے سے ایک طلاق واقع ہوتی ہے، یہ قول حنابلہ میں سے ابن تیمیہ کے علاوہ کسی سے منقول نہیں، خود حنبلی مذہب کے ائمہ نے اس کا رد کیا، یہاں تک کہ علماء نے فرمایا: بے شک ابن تیمیہ گمراہ و گمراہ گر ہے۔ ابن تیمیہ کا طلاق ثلاثہ والے مسئلہ کی نسبت مالکی ائمہ میں سے امام اشہب علیہ الرحمہ کی طرف باطل و جھوٹ ہے۔[161]

---

(160) فتاوی عزیزی، 2/ 78، 79، سعید یہ کتب خانہ، کراچی
(161) تفسیر الصاوی، 1/ 172، قاسم پبلی کیشنز، کراچی

خاتم المحققین علامہ محمد امین ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ (وفات 1252ھ):

علامہ شامی علیہ الرحمہ اپنی مشہورِ زمانہ کتاب "ردالمحتار" میں ابن تیمیہ کے اس کہنے کہ رسول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے لئے ہدیہ ثواب ناجائز ہے کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

أَنَّ الْحَافِظَ ابْنَ تَيْمِيَّةَ زَعَمَ مَنْعَ إِهْدَاءِ ثَوَابِ الْقِرَاءَةِ لِلنَّبِيِّ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - لِأَنَّ جَنَابَهُ الرَّفِيعَ لَا يُتَجَرَّأُ عَلَيْهِ إِلَّا بِمَا أُذِنَ فِيهِ، وَهُوَ الصَّلَاةُ عَلَيْهِ، وَسُؤَالُ الْوَسِيلَةِ لَهُ قَالَ: وَبَالَغَ السُّبْكِيُّ وَغَيْرُهُ فِي الرَّدِّ عَلَيْهِ، بِأَنَّ مِثْلَ ذَلِكَ لَا يَحْتَاجُ لِإِذْنٍ خَاصٍّ؛ أَلَا تَرَى أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَعْتَمِرُ عَنْهُ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - عُمَرًا بَعْدَ مَوْتِهِ مِنْ غَيْرِ وَصِيَّةٍ. وَحَجَّ ابْنُ الْمُوَفَّقِ وَهُوَ فِي طَبَقَةِ الْجُنَيْدِ عَنْهُ سَبْعِينَ حَجَّةً، وَخَتَمَ ابْنُ السِّرَاجِ عَنْهُ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - أَكْثَرَ مِنْ عَشَرَةِ آلَافِ خَتْمَةٍ؛ وَضَحَّى عَنْهُ مِثْلَ ذَلِكَ.

ترجمہ: حافظ ابن تیمیہ کا گمان ہے کہ (قرآن پاک) پڑھ کر نبی پاک صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو اس کا ثواب ہدیہ کرنا منع ہے کیونکہ ان کی بارگاہ اس سے بلند ہے کہ ان کے متعلق ایسی جراءت کی جائے مگر جس کے بارے میں اجازت ہے مثلاً درود پڑھنا اور ان کے لئے وسیلہ کا سوال کرنا۔ علامہ تقی الدین سبکی علیہ الرحمہ وغیرہ نے ابن تیمیہ کا بڑی شدت سے رد کیا کہ اس قسم کی بات میں خاص اجازت کی ضرورت نہیں۔ کیا نہیں دیکھتے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضور کے وصال کے بعد مدت العمر بے وصیت آپ علیہ السلام کی طرف

سے برابر عمرہ کرتے رہے، حضرت ابن موفق نے جو حضرت جنید کے طبقہ میں ہیں، حضور کی طرف سے ستر حج کیے، ابن سراج نے حضور کی طرف سے دس ہزار مرتبہ سے زیادہ قرآن شریف ختم کیا اور اسی قدر حضور کی طرف سے قربانی کی۔(162)

علامہ شاہ فضل رسول قادری علیہ الرحمہ (وفات 1289ھ):

آپ ابن تیمیہ کے بارے فرماتے ہیں:

الشقی ابن تیمیۃ، اجمع علماء عصرہ علی ضلالہ وحبسہ، ونودی من کان علی عقیدۃ ابن تیمیۃ حلّ مالہ و دمہ. ترجمہ: بدبخت ابن تیمیہ وہ شخص ہے جس کے بارے میں اس کے ہم عصر علماء اس کے گمراہ ہونے اور اس کو قید کرنے پر متفق تھے اور اعلان کیا گیا کہ جو بھی ابن تیمیہ کے عقیدہ پر ہے اس کا مال اور خون حلال ہے۔(163)

محدث احمد علی سہارنپوری (وفات 1297ھ):

آپ وہابیوں کے اس عقیدہ کے رد میں کہ "میلاد میں نعت خوانی حرام ہے" فرماتے ہیں:

انّ ذکر الولادۃ الشریفۃ لسیدنا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم بروایات صحیحۃ فی أوقات خالیۃ عن وظائف العبادات الواجبات وبکیفیات لم

---

(162) رد المحتار علی الدر المختار، 2/244، دار الفکر، بیروت

(163) سیف الجبار المسلول علی اعداء الابرار، ص 42، 43، مکتبہ حقیقیہ، ترکی

تکن مخالفة عن طریقة الصحابة وأھل القرون الثلاثة المشھود لھا بالخیروبالإعتقادات التی لم تکن موھمة بالشرك والبدعة وبالآداب التی لم تکن مخالفة عن سیرة الصحابة التی ھی مصداق قوله صلّی الله علیه وآله وسلّم: (ما أنا علیه واصحابی) وفی مجالس خالیة عن المنکرات الشرعیة، موجب للخیروالبرکة.

ترجمہ: یقیناً ہمارے سید و سردار رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی میلاد شریف کا ذکر کرنا معتبر روایات کے ساتھ ایسے اوقات میں جو واجب عبادات کا وقت نہ ہو اور ایسی روش کے ساتھ جو صحابہ اور پہلی تین صدیوں والوں کی روش کے مخالف نہ ہو جن کی خوبی کی گواہی دی گئی ہے اور ایسے اعتقادات کے ہمراہ بھی نہ ہو جن میں شرک اور بدعت کا شائبہ ہو و نیز صحابہ کی سیرت کے مخالف آداب کے ہمراہ بھی نہ ہو وہ صحابہ جو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی حدیث کے مصداق ہیں جس میں آنحضرت نے فرمایا: (جو میرے اور میرے صحابہ کرام کی روش پر ہو) و نیز وہ مجالس جو غیر شرعی امور سے پاک ہیں، یہ عمل (نعت خوانی) خیر و برکت کا باعث ہوتا ہے۔(164)

چودھویں صدی کے علماء کی نظر میں

شیخ رضوان عدل بیبرس شافعی (وفات 1303ھ)

آپ لکھتے ہیں:

(164) المہند، ص 125-126

ثمّ ظهر بعد ابن تيمية محمّد بن عبد الوهاب في القرن الثاني عشر وتبع ابن تيمية وزاد عليه سخفاً وقبحاً وهو رئيس الطائفة الوهابية قبحهم الله، وتبرأ منه اخوه الشيخ سليمان بن عبد الوهاب وكان من أهل العلم.

ترجمہ: پھر ابن تیمیہ کے بعد محمد بن عبد الوہاب بارہویں صدی میں ظاہر ہوا جس نے ابن تیمیہ کے عقائد کی قباحت اور پستی میں اضافہ کر دیا اور وہ وہابیوں کا سربراہ ہے، اللہ ان (دونوں) کو تباہ کرے۔ وہ ایسا شخص ہے کہ اس کے بھائی شیخ سلیمان عبد الوہاب نے اس سے براءت کا اظہار کیا جو اہل علم افراد میں سے تھے۔[165]

علامہ عبد الحی لکھنوی فرنگی محلی (وفات 1304ھ)

آپ فرماتے ہیں:

مسألة زيارة خير الأنام عليه الصلاة و السلام كلام ابن تيمية فيها من أفحش الكلام؛ فانّه يحرم السفر لزيارة قبر الرسول صلّى الله عليه وآله وسلّم و يجعله معصية، و يحرم نفس زيارة القبر النبوي أيضاً. نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی زیارت کے مسئلہ میں ابن تیمیہ کی بات سب سے بُری بات ہے کیونکہ اس نے حضور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی قبرِ انور کی زیارت کے لیے سفر کو حرام قرار دیا ہے اور اس کو گناہ سمجھتا ہے، بلکہ صرف روضہ رسول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی زیارت کو بھی حرام قرار دیا ہے۔ العیاذ باللہ[166]

---

(165) السلفية الوهابيه، ص 41، دار الامام الرواس، بيروت

(166) سعادة الدارين في الردّ على الفرقتين، 1/ 173

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی (وفات 1340ھ)

ابن تیمیہ کے بارے میں کہتے ہیں:

والصواب ان ابن تیمیة ضال مضل لا کافر، واللہ تعالیٰ اعلم. ترجمہ: درست بات یہ ہے کہ ابن تیمیہ گمراہ، گمراہ گر شخص ہے، کافر نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔(167)

خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی (وفات 1346ھ)

خلیل احمد انبیٹھوی نے اپنی کتاب "المھند" میں ازخود یہ سوال قائم کیا کہ:

ما قولکم فی شدّ الرحال إلی سید الکائنات علیه أفضل الصلوات والتحیات وعلی آله وأصحابه، أی الأمرین أحبّ إلیکم وأفضل لدی أکابرکم وللزائر: هل ینوی وقت الإرتحال للزیارة زیارته (علیه السلام) أو ینوی المسجد أیضاً، وقد قال الوهابیة انّ المسافر إلی المدینة لا ینوی إلاّ المسجد النبوی؟

کائنات کے سردار- اس پر اور اس کے آل اور اصحاب پر بہترین درود و سلام ہو- کی زیارت کے لیے سفر کرنے کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ تمہاری نظر میں اور اکابرین دیوبند کی نظر میں زائر کے لیے ان دو امور میں سے کونسا امر پسندیدہ اور افضل ہے: زیارت کا سفر شروع کرتے وقت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی زیارت کرنے کی نیت کرے یا مسجد جانے کی بھی نیت کرے؛

(167) المعتمد المستند حاشیہ المعتقد المنتقد، 1/ 66، برکاتی پبلشرز، کراچی

کیونکہ وہابی کہتے ہیں کہ مدینہ کی طرف سفر کرنے والا فقط مسجد نبوی جانے کی نیت کرے؟

پھر خود ہی مذکورہ بالا سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتا ہے:

عندنا وعند مشايخنا زيارة قبر سيد المرسلين (روحی فداه) من أعظم القربات وأهمّ المثوبات وانجح لنيل الدرجات، بل قريبة من الواجبات، و ان كان حصوله بشدّ الرحال وبذل المهج والأموال، وينوى وقت الإرتحال زيارته عليه الف الف تحية وسلام. ينوى معها زيارة مسجده صلّى الله عليه و آله وسلّم وغيره من البقاع والمشاهد الشريفة بل الأولى ما قال العلامة الهمام ابن الهمام ان يجرّد النية لزيارة قبره عليه الصلاة و السلام ثم يحصل له إذا قدم زيارة المسجد؛ لانّ فی ذلك زيادة تعظيمه و اجلاله صلّى الله عليه و آله وسلّم. ويوافقه قوله صلّى الله عليه و آله وسلّم: من جاءنی زائراً لا تحمله حاجة إلاّ زيارتی كان حقاً علی ان اكون شفيعاً له يوم القيامة. وكذا نقل عن العارف السامی الملاّ جامی انّه افرز الزيارة عن الحجّ، وهو اقرب إلى مذهب المحبّين.

ترجمہ: ہماری اور ہمارے مشائخ کی نظر میں سید المرسلین (میری جان آپ پر فدا ہو) کی قبر انور کی زیارت، نیک اعمال میں سب بڑی نیکی، ثواب والے کاموں میں سب سے اہم کام ہے اور بلندی درجات کے حصول کے لیے سب سے کامیاب عمل ہے، بلکہ یہ عمل قریب بہ واجب ہے، اگرچہ ان کی زیارت

کرنے کے لیے سفر کرنے اور سخت زحمت اٹھانے اور مال و دولت خرچ کرنے کی ضرورت ہو۔ اور زائر کو چاہیے کہ روانگی کے وقت روضہ رسول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم (ان پر لاکھوں درود و سلام)، کی نیت کرے۔ و نیز اس کے ساتھ ان کی مسجد اور دیگر مقدس مقامات کی زیارت کی نیت کرے، بلکہ اس سے بھی شائستہ وہ چیز ہے جس کا ذکر امام ابن ہمام نے کیا ہے کہ زائر فقط حضور علیہ السلام کی قبر کی زیارت کرنے کی نیت کرے، اور حضور علیہ السلام کی زیارت کے لیے آئے تو مسجد کی بھی زیارت کرلے؛ کیونکہ اس عمل میں حضور علیہ السلام کی زیادہ تعظیم اور تکریم ہوتی ہے اور حضور علیہ السلام کے گفتار کے مطابق ہے جس میں فرمایا: (جو شخص فقط میری زیارت کے لیے آئے تو میری ذمہ داری ہے کہ قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں)۔ نیز جلیل القدر عارف ملا جامی علیہ الرحمہ سے منقول ہے کہ انہوں نے زیارت کو حج سے جدا کیا ہے اور یہ محبین کے مذہب سے زیادہ نزدیک ہے۔ (168)

مزید لکھتا ہے:

عندنا وعند مشایخنا یجوز التوسل فی الدعوات بالأنبیاء والصالحین من الأولیاء والشهداء والصدیقین فی حیاتهم وبعد وفاتهم؛ بان یقول فی دعائه: أللّهم إنّی أتوسل إلیك بفلان أن تجیب دعوتی و تقضی حاجتی إلی غیر ذلك کما صرّح به شیخنا ومولانا الشاه محمّد اسحاق الدهلوی.

ترجمہ: ہمارے اور ہمارے مشائخ کے نزدیک دعا کے دوران، انبیاء،

---

(168) المہند، ص 82-83

صلحاء، اولیاء، شہداء اور صدیقین سے توسل کرنا چاہے ان کی زندگی میں ہو یا ان کی وفات کے بعد ہو جائز ہے؛ اس طرح کہ انسان اپنی دعا میں کہے: اے اللہ! میں آپ کو فلاں شخص کا واسطہ دیتا ہوں کہ میری دعا کو قبول کریں اور میری حاجت کو پوری فرمائیں، جیسا کہ ہمارے شیخ اور سردار شاہ محمدّ اسحاق دہلوی نے اس بات کو صراحت سے بیان کیا ہے۔(169)

اسی طرح "برزخی زندگی" کے بارے میں لکھتا ہے:

عندنا و عند مشایخنا، حضرة الرسالة صلّی اللہ علیه و آله و سلّم حی فی قبره الشریف وحیاته دنیویة من غیر تکلیف، وهی مختصة به صلّی اللہ علیه و آله وسلّم وبجمیع الأنبیاء صلوات اللہ علیهم و الشهداء لا برزخیة کما هی حاصلة لسائر المؤمنین، بل جمیع الناس، کما نصّ علیه العلامة السیوطی فی رسالته (انباء الأذکیاء بحیاة الأنبیاء)، حیث قال: قال الشیخ تقی الدین السبکی: حیاة الأنبیاء و الشهداء فی القبر کحیاتهم فی الدنیا، ویشهد له صلاة موسی علیه السلام فی قبره؛ فانّ الصلاة تستدعی جسداً حیاً... فثبت بهذا انّ حیاته دنیویة برزخیة؛ لکونها فی عالم البرزخ.

ہمارے نزدیک اور ہمارے علماء کے نزدیک رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور ان کی زندگی دنیاوی ہے بغیر کسی شرعی ذمہ داری کے اور یہ بات آنحضرت اور تمام انبیاء۔صلوات اللہ علیہم۔اور

(169) المہند، ص86-87

شہداء کے ساتھ مختص ہے، ایسا نہیں ہے کہ ان کی زندگی دیگر برزخی مومنین کی طرح ہو، جیسا کہ علامہ سیوطی نے "انباء الأذکیاء بحیاۃ الأنبیاء" میں اس بات کو صراحت سے بیان کیا ہے، جب تقی الدین سبکی کے بقول نقل کرتا ہے اور کہتا ہے: قبر میں انبیاء اور شہداء کی زندگی ان کی دنیاوی زندگی کی طرح ہے، اس کی دلیل موسی علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا ہے؛ کیونکہ نماز پڑھنے کے لیے ضروری ہے کہ بدن زندہ ہو۔ اس بات سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی زندگی دنیاوی اور برزخی ہے؛ کیونکہ عالم برزخ میں ہیں۔[170]

اور لکھتا ہے:

روی ابوحنیفة عن ابن عمر انّه قال: من السنة ان تأتی قبر رسول الله صلّی الله علیه و آله وسلّم، فتستقبل القبر بوجهك ثم تقول: ألسلام علیك أیها النبی و رحمة الله وبرکاته. ترجمہ: امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: من جملہ ایک سنت یہ ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی قبر کی زیارت کے لیے آجائیں اور اس کی قبر کی طرف رخ کر کے کہو: یارسول اللہ! آپ پر سلام ہو اور آپ پر خدا کی رحمت اور برکات نازل ہوں۔[171]

اسی طرح محمّد بن عبد الوہاب نجدی کے بارے میں کیے گئے ایک سوال

---

(170) المہند، ص88-89

(171) المہند، ص90-91

کے جواب میں لکھتا ہے:

اتباع محمّد بن عبدالوهاب الذین خرجوا من نجد وتغلبوا علی الحرمین وکانوا ینتحلون مذهب الحنابلة، لکنّهم اعتقدوا انّهم هم المسلمون و انّ من خالف اعتقادهم مشرکون واستباحوا بذلك قتل أهل السنة وقتل علماءهم حتّی کسّر الله شوکتهم. ترجمہ: محمّد بن عبد الوہاب کے پیروکاروں نے نجد سے تحریک کا آغاز کیا اور حرمین پر غلبہ حاصل کیا، یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے آپ کو حنبلی کہتے ہیں، لیکن معتقد ہیں کہ فقط وہ مسلمان ہیں اور جو بھی ان کے اعتقادات کا مخالف ہو مشرک ہے، اس طرح اہلسنت اور علمائے اسلام کے قتل کو جائز قرار دیا، یہاں تک اللہ تعالی نے ان کے رعب کو توڑ دیا۔(172)

علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی (وفات1350ھ)

آپ ارشاد فرماتے ہیں:

إنّی اعتقد فی ابن تیمیة وتلمیذه ابن القیم وابن عبدالهادی انّهم من ائمة الدین وأکابر علماء المسلمین، وقد نفعوا الأمة المحمّدیة بعلمهم نفعاً عظیماً و ان اساؤا غایة الاساءة فی بدعة منع الزیارة والإستغاثة، واضرّوا بها الإسلام والمسلمین اضراراً عظیمة، واقسم بالله العظیم انّی قبل الإطلاع علی کلامهم فی هذا الباب فی شئون النبی صلّی الله علیه وآله وسلّم لم أکن اعتقد انّ مسلماً یجترئ علی ذلك وانّی منذ أشهر اتفکّر فی ذکر

(172) المہند، ص99

عبا راتھم فلا اتجاسر علی ذکرھا ولو للرّدّ علیھا خوفاً من ان یکون سبباً فی زیادۃ نشرھا لشدۃ فظاعتھا.

ترجمہ: جان لو کہ میں ابن تیمیہ اور اس کے شاگرد ابن قیم اور عبد الہادی کے بارے میں میرا نظریہ یہ ہے کہ وہ دین کے امام اور مسلمانوں کے بڑے علماء میں سے تھے جنہوں نے اپنے علم سے امت محمدیہ کو بہت فائدہ پہنچایا، لیکن زیارت اور استغاثہ سے منع کرنے کی بدعت میں اِن سے گستاخی ہوئی اور اسلام اور مسلمانوں کو بڑا نقصان پہنچایا ہے۔ خدائے عظیم کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے ان کی بات سے آگاہ ہونے سے پہلے مجھ یہ گمان بھی نہیں تھا کہ کوئی مسلمان اس قسم کی جرات بھی کر سکتا ہے، اور چند مہینوں سے ان کی عبارتوں میں سوچ رہا تھا اور ان کو نقل کرنے کی جرات نہیں کر رہا تھا، اگرچہ ان کی اعتقادات کو رد کرنے کے حوالے سے مجھ یہ خوف لاحق تھا کہ کہیں ان کی رسوائی بیان کرنے کے چکر میں ان کی باتیں زیادہ پھیلانے کا باعث نہ بن جاؤں۔[173]

انور شاہ کشمیری دیوبندی (وفات 1352ھ):

حلقہ دیوبند میں مولانا کشمیری ، ابن حجر ثانی سمجھے جاتے ہیں، ان کے ملفوظات میں جامع ملفوظات **"حافظ ابن تیمیہ وابن قیم کا تفرد"** عنوان قائم کر کے لکھتا ہے:

(173) شواھد الحق، ص 62

ان دونوں حضرات کے نزدیک امکنہ وماثر (مقاماتِ مقدسہ) میں کوئی تقدس نہیں ہے اورابن القیم نے توزاد المعاد میں شب معراج میں حضور علیہ السلام کے نزول و نماز بیت اللحم کا بھی قطعی انکار کر دیاہے بلکہ یہ بھی دعویٰ کیا کہ اس بارے میں ہر گز کوئی حدیث صحیح نہیں ہے جبکہ اوپر شاہ صاحب (کشمیری) کے حوالہ سے ذکر ہوا کہ گیارہ کتب حدیث میں یہ صحیح حدیث موجود ہے، جن میں صحیح نسائی بھی ہے جو صحاح ستہ میں سے اعلیٰ درجہ کی صحیح کتاب مانی جاتی ہے۔ ہم اس بارے میں کئی جگہ ثابت کر چکے ہیں کہ یہ دونوں حضرات اپنے مختار مسلک کے خلاف احادیث کی صحت سے بالکل انکار کر دیتے ہیں۔ انوار الباری جلد 11 میں بھی اس کی تفصیلات لائق مطالعہ ہیں اور حافظ الدنیا ابن حجر عسقلانی نے بھی علاوہ دیگر تنقیدات کے لکھاہے کہ علامہ ابن تیمیہ نے منہاج السنہ میں ابن مطہر حلی کارد کرتے ہوئے احادیث صحیحہ ثابتہ کو گرادیاہے اور درر کامنہ میں یہ بھی نقد کیاہے کہ انہوں نے حضرت علی کی تنقیص شان بھی کی ہے۔ اتفاق سے رسالہ دار العلوم ماہ ستمبر ۸۸ ، نظر سے گزرا جس میں "المنتھیٰ" (للذہبی) خلاصہ منہاج السنہ پر تبصرہ وتعارف شائع ہوا ہے۔ جہاں تک ابن المطہر رافضی کی ہفوات کا تعلق ہے، ابن تیمیہ کی تحقیق و تنقید قابل تحسین ہے لیکن رافضی مذکور کی ضد میں آکر جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تنقیص وہ کر گئے ہیں، وہ ہر گز قابل قبول نہیں ہے۔ جس کا نمونہ اس مضمون کے ص 37 میں بھی موجود ہے۔ حضرت الاستاذ مولانا مدنی تو حضرت شاہ عبد

العزیز سے بھی زیادہ اس معاملہ میں سخت تھے۔ کیونکہ انہوں نے علامہ کی قلمی تالیفات کا بھی مطالعہ کیا تھا اور وہ ابن تیمیہ کے لئے شیخ الاسلام کا لقب بھی پسند نہ کرتے تھے۔ اسی لئے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کو بذل المجہود میں علامہ کو شیخ الاسلام لکھنے پر سخت ناراضگی کا اظہار کیا تھا۔

سب سے بہتر و محتاط فیصلہ حافظ ابن حجر اور علامہ ذہبی وغیرہ کا یہی ہے کہ علامہ ابنِ تیمیہ کے علمی نوادر سے استفادہ کیا جائے اور ان کے تفردات خلاف جمہور سے صرف نظر کی جائے (جو کثیر تعداد میں غیر معمولی اصولی و فروعی ہیں)۔ [174]

محمدّ بخیت مطیعی علیہ الرحمۃ (وفات 1354ھ)

آپ مملکت مصر کے مفتی تھے، ابن تیمیہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

ولمّا ان تظاهر قوم في هذا العصر بتقليد ابن تيمية في عقائده الكاسدة وتعضيد اقواله الفاسدة وبثّها بين العامة والخاصة واستعانوا على ذلك بطبع كتابه المسمى بالواسطية ونشره، وقد اشتمل هذا الكتاب على كثير ممّا ابتدعه ابن تيمية مخالفاً في ذلك الكتاب والسنة وجماعة المسلمين، فأيقظوا فتنة كانت نائمة.

ترجمہ: اور جب ایک گروہ نے اس زمانے میں ابن تیمیہ کے بے رونق عقائد کی پیروی کرنے کا دکھاوا کیا اور اس کے باطل اقوال کو خاص و عام میں شائع کیا اور اس راہ میں اس کی (واسطیہ) نام کی کتاب کو طبع کر کے شائع کرنے

(174) ملفوظات محدثِ کشمیری، ص370، 369، ملتان، پاکستان

میں مدد کی، ایسی کتاب جو ابن تیمیہ کی بہت ساری بدعتوں پر مشتمل ہے، اس نے ان بدعتوں کے ذریعے قرآن و سنت اور مسلمانوں کی مخالفت کی ہے۔ انہوں نے سوئے ہوئے فتنہ کو اٹھایا۔(175)

وہ ابن تیمیہ کے بارے میں مزید کہتے ہیں:

الّف کتابه المسمّی بـ(الواسطية)، فقد ابتدع ماخرق به إجماع المسلمين وخالف فيه الكتاب والسنة الصريحة والسلف الصالح، واسترسل مع عقله الفاسد، {وَ اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰی عِلْمٍ}، فكان {اِلٰهَهٗ هَوَاهُ}، ظنّاً منه انّ ما قاله حق وما هو بالحق، وانّما هو منكر من القول وزور.

ترجمہ: اس نے (الواسطیہ) کے نام سے اپنی کتاب تالیف کی۔ اس نے اس کتاب میں ایسی بدعتوں کی بنیاد رکھی جن کے ذریعے مسلمانوں کا اتحاد ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور ان میں قرآن و سنت اور سلف صالح کی واضح مخالفت کی اور اپنی باطل عقل کی پیروی کی۔ لہذا اللہ تعالی نے اس کے علم کے ذریعے اس کو گمراہ کیا، پس اسکا خدا اس کی خواہشات تھیں؛ کیونکہ اس کو گمان تھا کہ جو کچھ کہتا ہے حق ہے جبکہ ایسا نہیں تھا، بلکہ یقینی طور پر باطل اور جھوٹ شمار ہوتا تھا۔(176)

مزید کہتا ہے:

تمالأ عليه أهل عصره ففسّقوه ويدعوه، بل كفّره كثير منهم. ترجمہ:

---

(175) تطہیر الفؤاد من دنس الاعتقاد، ص 13، مکتبہ حقیقیہ، ترکی

(176) تطہیر الفؤاد من دنس الاعتقاد، ص 9، مکتبہ حقیقیہ، ترکی

اس کے زمانے کے لوگ اس کے حوالے سے متفق تھے اور اس کو فاسق سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ باطل دعوی کرتا ہے، بلکہ بہت ساروں نے اس کی تکفیر کی ہے۔[177]

صدر الافاضل سید نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ (وفات 1366ھ):

آپ نے وہابیوں کے مقتدا ابن تیمیہ کے عقائد و نظریات پر ایک مقالہ لکھا، جو کہ آپ کے مجموعہ فتاویٰ میں موجود ہے، آپ لکھتے ہیں:

ابن تیمیہ کو وہابی نجدی اپنا پیشوا مانتے ہیں اور کبھی اس کے نام کی تصریح کر کے اور کبھی بلا تصریح اس کے اقوال فاسد سے تمسک کرتے ہیں، ابن سعود جس نے وہابیت کا میگزین "مجموعة التوحيد" چھاپا ہے اس میں بھی ابن تیمیہ کے رسالے شامل ہیں۔

اس شخص کی نسبت خاتم المحدثین شیخ شہاب الدین ابن حجر مکی ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ فتاوی حدیثیہ میں فرماتے ہیں:

ابن تيمية عبد خذله الله واضله و اعماه و اصمه و اذله وبذالك صرح الائمة الذين بينوا فساد احواله و كذب اقواله و من اراد ذالك فعليه بمطالعة كلام الامام المجتهد المتفق على امامته وجلالته وبلوغة مرتبة الاجتهاد ابى الحسن السبكى وولده التاج و شيخ الامام العزابن جماعة و اهل عصرهم وغيرهم من الشافعية والمالكية والحنفية ولم يقتصر اعتراضه على متاخرى

---

(177) تطہیر الفؤاد من دنس الاعتقاد، ص10-11

الصوفیة بلا عترض علی مثل عمر بن الخطاب وعلی بن ابی طالب رضی اللہ عنھما کما یاتی والحاصل ان لا یقام لکلامہ وزن بل یری فی کل وعر وحزن ویعتقد فیہ انہ مبتدع ضال ومضل جاھل غال عاملہ اللہ بعد لہ وارجاءنا من مثل طریقتہ وعقیدتہ وفعلہ. آمین

ترجمہ: ابن تیمیہ ایک بندہ ہے جس کو خدا نے رسوا کیا، گمراہ کیا اندھا کیا بہرہ کیا، ذلیل کیا ائمہ دین نے اس کی تصریح کی جنہوں نے اس کے فساد احوال اور جھوٹے اقوال کا بیان فرمایا جو شخص چاہے وہ امام مجتہد جن کی امامت جلالت تب اجتہاد کو پہنچی ہے یعنی ابو الحسن سبکی اور ان کے فرزند ارجمند، علامہ تاج الدین سبکی اور شیخ امام عز بن جماعہ اور ان کے زمانہ والے اور ان کے سوا علماء شافعیہ مالکی، حنفیہ کے کلام کا مطالعہ کرے ابن تیمیہ نے متاخرین صوفیہ پر ہی اعتراض کرنے میں اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ اس نے حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہ جیسے اکابر صحابہ پر بھی اعتراض کیا ہے جیسا کہ آتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس کا کلام کچھ وزن نہیں رکھتا بلکہ ویرانہ میں پھینکنے کے لائق ہے اس کے حق میں یہ اعتقاد رکھنا چاہیے کہ وہ بدعتی گمراہ گمراہ کن جاہل غالی ہے اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ اپنے عدل سے اس کے معاملہ کرے اور ہمیں اس کے جیسے عقیدے وطریقے سے بچائے۔ آمین۔

اس کے بعد علامہ نے ذکر کیا ہے کہ ابن تیمیہ نے کن کن اکابر اسلام واعلام دین پر اعتراض کیے اور افترا اٹھائے۔ ان میں سے اکابر صحابہ بھی ہیں،

حتی کہ امیر المومنین امام المسلمین خلیفہ راشد سیدنا و مولانا عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کی شان میں کہا: ان عمر له غلطات و بلیات و ای بلیات اور امیر المومنین امام المتقین حضرت مولی علی مرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں کہا: ان علیا اخطاء فی اکثر من ثلث مائة مکان۔ یعنی معاذ اللہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہت سی غلطیاں اور بڑی بڑی بلائیں، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تین سو سے زائد غلطیاں کیں۔ معاذ اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ حضرت علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: من این یحصل لك الصواب اذا اخطأ علی بزعمك کرم الله وجهه و عمر ابن الخطاب رضی الله عنه کہ تجھے کہاں سے صواب حاصل ہو گیا جب کہ امیر المومنین علی اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما تیرے گمان میں خطاکار ہیں؟

اس بے دین نے بہت سے مسائل گھڑ دیئے۔ اجماع کو توڑ دیا۔ شریعت کے نظام کو درہم برہم کر دیا جو شخص کہے: "عَلَیَّ الطلاق" اس پر کفارہ یمین لازم آئے گا اور طلاق نہ ہو گی۔ حالانکہ اس سے پہلے مسلمانوں میں سے کوئی بھی کفارہ کا قائل نہ ہوا۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ حائض کی طلاق نہ ہو گی۔ ایسے ہی جس طہر میں قربت ہو اس میں طلاق واقع نہیں ہوتی۔ ایسے ہی یہ مسئلہ کہ نماز عمداً چھوڑ دی جائے تو اس کی قضا واجب نہیں، ایسے یہ مسئلہ کہ حائض کے لئے بیت اللہ کا طواف مباح ہے اور اس پر کفارہ نہیں؛ ایسے ہی مسئلہ کہ تین طلاقیں ایک کی طرف رد ہو جاتی ہیں اور اس کا دعوی کرنے سے پہلے ابن تیمیہ

خود اس کے خلاف پر مسلمانوں کا اجماع نقل کرتا تھا۔ اس کے علاوہ بہت مسائل ہیں جن میں اس نے دین کی مخالفت کی منجملہ ان کے یہ ہے کہ بہنے والی چیزوں میں چوہے وغیرہ کی طرح کوئی جاندار مر جائے تو وہ نجس نہیں ہوتے اور مخالفِ اجماع نہ کافر ہے نہ فاسق اور رب تعالیٰ محل حوادث ہے، تعالی اللہ عن ذالك وتقدس۔ اور یہ کہ باری تعالیٰ مرکب ہے۔ اور اس کی ذات ایسی ہی محتاج ہے جیسا کل جزء کا اور قرآن ذات الٰہی میں محدث ہے تعالی اللہ عن ذلک، اور یہ کہ عالم قدیم بالنوع ہے اور ہمیشہ اللہ کے ساتھ مخلوق دائم رہا تو اس نے واجب تعالیٰ کو موجب بالذات قرار دیا، نہ کہ فاعل بالا ختیار جمعیت اور جہت انتقال کا قائل ہوا اور یہ کہا کہ خدائے تعالیٰ بقدر عرش کے ہے نہ چھوٹا نہ بڑا اور انبیاء غیر معصوم ہیں اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا کوئی رتبہ نہیں، ان کے ساتھ توسل نہ کیا جائے ان کی زیارت کے لئے سفر کرنا گناہ ہے اور وہابیہ نے بھی اس کی خوشہ چینی اور ریزہ خواری کی ہے۔ ایسے ایسے اور اس سے بہت زیادہ ناپاک اور گندے مسائل اس کے ہیں جن کو حضرت شیخ علامہ نے اپنے اسی فتاوی میں ذکر فرمایا ہے۔

ابن تیمیہ کا یہ حال ہے اور ائمہ دین اور مشائخ و محدثین اس کے حق میں ایسا فرماتے ہیں: اہل اسلام ایسے بے دین سے احتراز کریں اور اس کی گمراہ کن تعلیم سے بچیں جو حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کو خطا کار بتاتا ہے۔ یزید کی تعریف و توصیف اس سے کیا بعید! ہندوستان کے بے قید جو دین سے آزاد ہو

گئے اور ملحد ان بے دین کے دام تزویر میں گرفتار ہیں وہ اگر ایسے فاسد العقیدہ شخص کی تقلید کریں تو یہ ان کی بد مذہبی کا ایک ثبوت ہے۔

اعاذنا اللہ تعالیٰ ایانا وجمیع المسلمین ووقانا وسائر المومنین عن مکائد الباطلین المفسدین والمانعین من الدین بحرمة خاتم النبیین صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وصحبہ وسلم۔(178)

شیخ محمد زاہد کوثری(وفات 1371ھ)

شیخ کوثری، ابن تیمیہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

ولوقلنا لم یبل الإسلام فی الأدوار الأخیرة بمن هو اضرّ من ابن تیمیة فی تفریق کلمة المسلمین لَما کنّا مبالغین فی ذلك، وهو سهل متسامح مع الیهود والنصاری یقول عن کتبهم انّها لم تحرف تحریفاً لفظیاً فاکتسب بذلك إطراء المستشرقین له، شدید غلیظ الحملات علی فرق المسلمین لاسیما الشیعة... ولولا شدّة ابن تیمیة فی ردّه علی ابن المطهّر فی منهاجه إلی ان بلغ به الأمر إلی أن یعترض لعلی بن أبی طالب علی الوجه الذی تراه فی أوائل الجزء الثالث منه بطریق یأباه کثیر من أقحاح الخوارج مع توهین الأحادیث الجیدة فی هذا السبیل.

ترجمہ: اگر کہہ دوں کہ حالیہ ادوار میں اسلام ایسے شخص سے دوچار نہیں ہوا ہے جس کا نقصان ابن تیمیہ کی طرف سے مسلمانوں میں تفرقہ ایجاد کرنے

---

(178) فتاوی صدر الافاضل، 1/ 96تا100، شبیر برادرز، لاہور

سے زیادہ ہو تو میں نے ہر گز مبالغہ نہیں کیا ہے۔ وہ ایسا شخص تھا جو بہت آسانی سے یہود و نصاریٰ کے ساتھ چشم پوشی سے کام لیتا تھا اور ان کی کتابوں کے بارے میں کہتا ہے کہ ان میں لفظی تحریف نہیں ہوئی ہے، لہٰذا مستشرقین نے اس کی طرف توجہ دی ہے۔ وہ ایک متشدد شخص تھا اور شدت کے ساتھ اسلامی فرقوں خاص طور پر شیعوں پر حملہ کرتا تھا۔ کاش کہ ابن مطہر کے رد میں لکھی گئی کتاب (منہاج السنة) میں ابن تیمیہ کی شدت اس حد تک نہ ہوتی جس میں اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر بھی اعتراض کر دیے، جیسا کہ اس کتاب کے جزء سوم کی ابتدا میں آپ مشاہدہ کرتے ہیں، اور یہ توہین اس حد تک ہے کہ خوارج کے بڑے بھی اس سے کتراتے ہیں، اسی طرح جید احادیث کی توہین بھی اسی زمرے میں ہے۔[179]

مزید فرماتے ہیں:

وقع الإتفاق علی تضلیله وتبدیعه وزندقته. ترجمہ: اس کے گمراہ ہونے، بدعتی ہونے اور کافر ہونے کے بارے میں امت متفق ہے۔[180]

ایک جگہ لکھتے ہیں:

ان کان ابن تیمیة لایزال شیخ الإسلام فعلی الإسلام سلام. ترجمہ: اگر ابن تیمیہ ابھی تک شیخ الاسلام ہے تو پھر ایسے اسلام کا خدا حافظ ہے۔[181]

(179) الاشفاق فی حکم الطلاق، ص 268

(180) تبدید الظلام، ص 81

(181) الاشفاق فی حکم الطلاق، ص 89

ایک جگہ لکھتے ہیں:

ومن احاط علماً بما نقلناه...واستمر علی مشایعته وعلی عدّه شیخ الإسلام فعلیه مقت الله وغضبه. ترجمہ: ہم نے جو کچھ نقل کیا ہے اس سے جو بھی مکمل آگاہ ہو۔۔۔اس کے باوجود جو شخص اس کی پیروی کرتا رہے اور اس کو شیخ الاسلام کہتا رہے تو وہ اللہ کی ناراضی اور اس کے غضب کا مستحق ہوا۔(182)

اسی طرح لکھتے ہیں:

وقد جری عمل الأمة علی التوسل والزیارة إلی ان ابتدع انکار ذلك الحرّانی. ترجمہ: امت مسلم ہمیشہ سے روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت اور ان سے توسل کرتی رہی ہے یہاں تک حرانی (ابن تیمیہ) نے اس سے انکار کرنے کی بدعت ایجاد کی۔(183)

شیخ سلامہ القضاعی (وفات 1376ھ)

ابن تیمیہ کی رد میں آپ لکھتے ہیں:

والعجب انّك تری امام المدافعین عن بیضة أهل التشبیه وشیخ إسلام أهل التجسیم ممّن سبقه من الکرامیة وجهلة المحدثین الذین یحفظون ولیس لهم فقه فیما یحفظون، أحمد بن عبدالحلیم المعروف بابن تیمیة، یرمی إمام الحرمین وحجة الإسلام الغزالی بانّهما أشد کفراً من

(182) تبدید الظلام، ص118-119

(183) محق التقول، مقالات الکوثری، ص468

الیھود والنصاری.

ترجمہ: تعجب ہے کہ تم اہل تشبیہ کی حیثیت کا دفاع کرنے والے امام اور اہل تجسیم (سابقہ کرامیہ فرقہ) اور جاہل محدثین (جو حدیثیں تو حفظ کرتے ہیں لیکن جو کچھ حفظ کرتے ہیں اس میں غور وفکر نہیں کرتے)، کے شیخ الاسلام احمد بن عبد الحلیم المعروف ابن تیمیہ ہے۔ یہ مردک (ابن تیمیہ) امام الحرمین اور حجۃ الاسلام امام غزالی پر تہمت لگاتا ہے کہ ان دونوں حضرات کا کفر یہود و نصاریٰ سے بھی شدید تر ہے۔ (184)

محمد العربی ابو حامد مرزوق علیہ الرحمہ (وفات 1390ھ):

وہ ابن تیمیہ کے بارے میں کہتا ہے:

انّہ مسارع فی تکفیر من خالفہ، سواء أقام الدلیل علی التکفیر أم لم یقم علیہ دلیل، وأنّ کلّ من خالفہ ولم ینقد إلی رأیہ وقولہ فمالہ إلی التکفیر والتشھیر والتحقیر. وہ اپنے مخالفین کی تکفیر میں جلدباز ہے، چاہے تکفیر پر دلیل قائم کی ہو یا نہ، اور جو بھی اس کی مخالفت کرے اور اس کے قول اور رائے کو تسلیم نہ کرے تو اس کا انجام تکفیر، بدنامی اور تحقیر ہے۔ (185)

آپ ابن تیمیہ کے پیروکاروں کے بارے میں بھی کہتا ہے:

قد اعتقدوا انّ کلّ ما فیہ اجلالہ صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم من قول

(184) فرقان القرآن، ص 61، دار احیاء التراث العربی، بیروت

(185) براءۃ الاشعریین، ابو حامد بن مرزوق، ص 254، شفاء السقام، ص 132، المقالات السنیۃ، ص 133

أو فعل فھو شرك وعبادة له من قائله، فسجّلوه على أنفسھم للعالم الإسلامی انّھم موتورون منه صلّی اللہ علیه و آله وسلّم، یسؤھم مافیه توقیره ویسرھم مافیه انتھاك حرمته صلّی اللہ علیه و آله وسلّم. ترجمہ: ابن تیمیہ کے پیروکاروں کا یہ عقیدہ و نظریہ ہے کہ جس بھی قول یا فعل میں حضور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی تعظیم و تکریم ہو، وہ کفر و شرک ہے؛ (کیونکہ ان کے زعمِ باطل میں) یہ تعظیم و تکریم، حضور علیہ السلام کی عبادت شمار ہوتی ہے۔ (العیاذ باللہ)۔

انہوں نے اسلامی دنیا میں اپنے لیے یہی انوکھا عقیدہ اختیار کر رکھا ہے، یہ لوگ حضور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے جانی دشمن ہیں، ان کو ہر وہ چیز بری لگتی ہے جس میں حضور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی تعظیم و تکریم ہو اور ہر وہ چیز خوش کرتی ہے جس میں حضور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی بے حرمتی ہو۔(186)

نجم الدین محمد امین کردی (وفات 1400ھ)

فقد نجمت فی القرون الماضیة بین أھل الإسلام بدع یھودیة من القول بالتشبیه والتجسیم والجھة والمکان فی حق اللہ تعالی، ممّا عملته أیدی أعداء الإسلام تنفیذاً لحقدھم علیه، ودخلت الغفلة علی بعض أھل الإسلام حتّی إذا کانت أوائل القرن الثامن أخذت ھذہ البدع تنتعش إلی أخوات لھا لاتقل عنھا خطراً علی ید رجل یدعی أحمد بن عبدالحلیم بن تیمیة الحرانی، فقام العلماء من أھل السنة والجماعة فی دفعھا حتّی لم یبق

(186) التوسل بالنبی، ص103، 113

فی عصرہ من یناصرہ إلاّ من کان له غرض أو فی قلبه مرض.

ترجمہ: گزشتہ صدیوں میں اہل اسلام کے درمیان یہودیوں کی بدعتیں (جیسے تشبیہ اور تجسیم کا قائل ہونا اور خدا کے لیے جہت اور مکان کا اعتقاد رکھنا وغیرہ) موجود تھیں جو اسلام کے دشمنوں کی طرف سے پھیلائی گئی تھیں وہ اس طرح اسلام کے خلاف اپنی دشمنی اور کینہ کو مضبوط کرتے تھے جبکہ بعض اہل اسلام ان سے غافل تھے۔ آٹھویں صدی کے شروع تک ان بدعتوں نے نئی شکل و صورت اختیار کی جن کا خطرہ یہودیوں کے کاموں سے کم نہ تھا۔ یہ کام احمد بن عبد الحلیم بن تیمیہ حرّانی نام کے ایک فرد کے ذریعہ انجام پایا، اور اہل سنت و جماعت کے علماء نے اس کے خلاف قیام کیا یہاں تک کہ اس کے زمانے میں اس کی مدد اور نصرت کرنے والا کوئی شخص باقی نہ رہا مگر وہ شخص جس کی کوئی ذاتی غرض تھی یا جس کے دل میں مرض تھا۔ (187)

پندرہویں صدی کے علماء کی نظر میں

ابن تیمیہ پر نہ صرف دیگر مذاہب کے علماء نے تنقید کی ہے بلکہ اس دور کے بعض سلفیوں نے بھی اس کے آراء اور نظریات پر تنقید اور جانچ پڑتال کی ہے، ان سب کو یہاں پر ذکر کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ اس لیے ان میں سے بعض کو یہاں پر ذکر کرتے ہیں:

علامہ محمد عبد الرحمٰن فاروقی سلہٹی علیہ الرحمہ (وفات 1409ھ):

آپ علیہ الرحمہ، ابن تیمیہ کا تعارف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

(187) مقدمہ کتاب فرقان القرآن، ص 2

ابن تيمية فهو كبير الوهابيين وما هو شيخ الإسلام بل هو شيخ البدعة والآثام. وهو أوّل من تكلّم بجملة عقائدهم الفاسدة، وفي الحقيقة هو المحدث لهذه الفرقة الضالة، ثمّ خملت تذكرته وعقائده بين الناس إلى سنة سبعمائة وست وأربعين من ميلاد خير البشر عليه التحية والثناء. فبعد ذلك السنة في عهد السلطان محمود خان الثاني ببلاد العرب رجل يدعى بمحمّد بن عبد الوهاب من اليمن وأظهر العقائد الفاسدة التي كانت قد ماتت واندرست بموت ابن تيمية مقيداً مغلولاً في بلاد الإسلام واستحدث شرعاً جديداً... وسمّوا الوهابية بإسم كبيرهم محمّد بن عبد الوهاب. وكان ابن السعود كبير الوهابية ملحداً قد سوّلت له نفسه، فكان يقلق الحجاج ويزعج العباد ويقطع الطرق... ومن ذلك الزمان زقّت جمعهم وشتّت شملهم وتفرقوا في البلاد وسمّوا بأهل الحديث، ولا يليق لهم مالقبوا به، بل هم أهل البدعة والضلالة.

ترجمہ: ابن تیمیہ، وہابیوں کا گُرو گھنٹال ہے، اور وہ شیخ الاسلام نہیں بلکہ شیخِ بدعت و آثام (یعنی پاپی و بدکار) ہے، یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے وہابیہ کے تمام باطل عقائد پر کلام کیا، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اس گمراہ فرقہ کو وجود میں لانے والا ہی یہی شخص ہے۔ اس کا تذکرہ و اس کے باطل عقائد سن 746ھ تک لوگ بھول چکے تھے۔ کہ اس کے بعد سلطان محمود خان دوم کے زمانے میں عرب سرزمینوں میں محمّد بن عبد الوہاب کے نام سے یمن کا ایک شخص

ظاہر ہوا اور مردہ باطل عقائد کو جو ابن تیمیہ کے مرنے سے پرانے ہو گئے تھے اور اسلامی ممالک میں ختم ہو گئے تھے آشکار کر دیا اور دوبارہ زندہ کرنا شروع کیا۔۔۔ وہابیوں کا نام ان کے اِسی گُرو محمدّ بن عبد الوہاب نجدی سے منسوب کر کے رکھا گیا ہے۔ ابنِ سعود، بابائے وہابیہ میں سے ایک ملحد شخص تھا، اس کے نفس نے اس کو دھوکہ دیا اور وہ حجاج کو پریشان کرتا تھا اور لوگوں کو اذیت پہنچاتا تھا اور حاجیوں کو لُوٹا کرتا تھا۔۔۔ اس زمانے میں ان کی آبادی منتشر ہو گئی اور ان کا اتحاد پارہ پارہ ہو گیا اور یہ مختلف شہروں میں بکھر گئے۔ انہوں اپنے آپ کو اہل حدیث کہنا شروع کر دیا۔ حالانکہ وہ اس نام کے لائق نہیں ہیں بلکہ وہ تو اہل بدعتِ وضلالت (گمراہی) ہیں۔(188)

محمد زکی ابراہیم (وفات1419ھ):

مسئلہ توسل میں ابن تیمیہ کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وانما الخلاف هو على التوسل بالميت الصالح ولم يكد يختلف على جوازه أحد من السلف للمعنى الذى قدمنا إلى القرن السابع، حيث ابتدع ابن تيمية هذا الخلاف الفتان. ترجمہ: فوت شدہ نیک صالح بزرگ سے توسل میں اختلاف ہے، اور ساتویں صدی تک علمائے سلف میں سے کسی نے اس کے جواز میں اختلاف نہیں کیا ہے یہاں تک کہ فتنہ باز ابن تیمیہ نے اس بدعت کی بنیاد رکھی۔(189)

(188)سیف الابرار المسلول علی الفجار، ص11،12، مطبع نظامی، کانپور

(189)الافہام والافحام، ص9، مطبوعہ قاہرہ، مصر

ناصر الدین البانی، سلفی (وفات 1420ھ)

البانی، حدیث غدیر کے بارے میں کہتا ہے:

فمن العجیب حقاً ان یتجرأ شیخ الإسلام ابن تیمیة علی انکار ھذا الحدیث وتکذیبه فی (منهاج السنة) کما فعل بالحدیث المتقدم هناك.

ترجمہ: حقیقت میں تعجب کی بات ہے کہ (اس کا مزعومہ) شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے جراءت کی ہے کہ اس حدیث کا انکار کیا اور (منہاج السنۃ) میں اس روایت کی تکذیب کی ہے جیسا کہ گذشتہ حدیث کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا ہے۔[190]

اسی طرح کہتا ہے:

فقد کان الدافع لتحریر الکلام علی الحدیث وبیان صحته اننی رأیت شیخ الإسلام ابن تیمیة، قد ضعّف الشطر الأول من الحدیث، وأمّا الشطر الآخر فزعم انّه کذب، وھذا من مبالغاته الناتجة فی تقدیری من تسرعه فی تضعیف الأحادیث قبل أن یجمع طرقها ویدقق النظر فیها.

ترجمہ: اس حدیث کے بارے میں تفصیلی گفتگو کرنے اور اس کے صحیح ہونے کو بیان کرنے کی وجہ یہ تھی کہ میں نے مشاہدہ کیا کہ ابن تیمیہ نے اس حدیث کے پہلے حصہ کو ضعیف کہا ہے اور آخری حصہ کے بارے میں گمان کیا ہے کہ جھوٹ ہے، اور اس عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ میری نظر میں وہ احادیث کی تضعیف میں بہت سرعت اور عجلت سے کام لیتا ہے، حدیث کے طرق کو جمع

(190) سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ، 5/263، مکتبۃ المعارف، بیروت

کرنے اور اس میں دقت کرنے سے پہلے اظہار نظر کرتا ہے۔[191]

یہی البانی حدیثِ غدیر کی سند صحیح قرار دینے کے بعد کہتا ہے:

هذا كلّه من بيان شيخ الإسلام وهو قوى متين كما ترى، فلا أدرى بعد ذلك وجه تكذيبه للحديث إلاّ التسرع والمبالغة فى الردّ على الشيعة

ترجمہ: یہ سارا ابن تیمیہ کا بیان تھا اور یہ بیان قوی اور متین ہے، لیکن مجھ نہیں معلوم اس نے اس حدیث کی تکذیب کیوں کی ہے، اور میری نظر میں اس کی وجہ فقط یہ تھی کہ وہ شیعوں کی رد میں عجلت سے کام لیتا ہے اور مبالغہ کرتا تھا۔[192]

محمّد بن علوی مالکی رحمۃ اللہ علیہ (وفات 1424ھ):

وہ بہت عرصے سے سعودی عرب اور مکہ مکرمہ میں ساکن تھے اور مسجد الحرام میں تدریس کرتے تھے اور علم حدیث، فقہ اور تاریخ میں ماہر تھے۔ وہ ایک سنی عالم دین تھے اور سعودی عرب میں وہابیوں کی مخالفت کا پرچم بلند کیا اور اپنی باتوں اور کتابوں کے ذریعے وہابیوں کے انحرافات کا مقابلہ کیا۔ اس کی کتابیں سعودی عرب اور دنیا بھر میں شائع ہونے کے بعد وہابیوں نے اس کے خلاف کیس کیا اور عدالت نے سزائے موت دینے کا حکم دیا۔ لیکن اس نے دعوی کیا کہ وہابیوں کے بزرگوں کے ساتھ بحث کرنے کے لیے تیار ہے۔ اس نے وہابیوں کے ساتھ بہت دفعہ بحث کرنے کے بعد ان کو ہرا دیا۔ بنابریں

---

(191) سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ، 4/344، مکتبۃ المعارف، بیروت

(192) سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ، 5/263، مکتبۃ المعارف، بیروت

وہابی مجبور ہوگئے کہ ان کی سزائے موت کا حکم واپس لے لیں اور یہ دعوی کریں کہ اس کے ساتھ ہمارا اختلاف اجتہادی ہے اور فہم میں اختلاف ہے۔

اس طرح اس کو رہا کر دیا لیکن اس کے درس اور تدریس اور اس کے شاگردوں کو زیر نظر رکھا۔ وہابیوں کے افکار، مبانی، عقائد اور فتاوی کی رد میں ان کی کئی کتابیں ہیں جو انصاف سے کہوں تو علمی اور قابل استفادہ ہیں۔ وہ کتاب "التحذیر من المجازفة بالتکفیر" میں لکھتے ہیں:

لقد ابتلینا بجماعة تخصصت فی توزیع الکفر والشرك واصدار الأحکام بالقاب وأوصاف لا یصحّ ولا یلیق ان تُطلق علی مسلم یشهد أن لا إله إلاّ اللّٰه وأنّ محمّداً رسول اللّٰه، کقول بعضهم فیمن یختلف فی الرأی و المذهب معه: محرف... دجّال... مُشعوذ... مبتدع... وفی النهایة: مشرك... وکافر...

ولقد سمعنا کثیراً من السفهاء الذین ینسبون انفسهم إلی العقیدة یکیلون مثل هذه الألفاظ جُزافاً، ویزید بعض جهلتهم بقوله: داعیة الشرك والضلال فی هذه الأزمان، ومجدّد ملّة عمرو بن لحّی المدعو بفلان... هکذا نسمع بعض السفهاء یکیل مثل هذا السب والشتم وبمثل هذه الألفاظ القبیحة الّتی لا تصدر إلاّ عن السوقة الذین لم یجیدوا اسلوب الدعوة وطریقة الأدب فی النقاش.

ترجمہ: ہمارا واسطہ ایسے لوگوں سے پڑا ہے جو کفر و شرک تقسیم کرنے

اور غلط القابات اور اوصاف کے ساتھ احکام صادر کرنے میں ماہر ہیں، ایسے اوصاف توحید اور حضور علیہ السلام کی نبوت کی گواہی دینے والے مسلمان کے لیے مناسب نہیں ہیں، جیسا کہ ان میں سے بعض افراد اپنی رائے اور مذہب کے مخالف افراد کو تحریف کرنے والا۔۔۔ دجال۔۔۔ شعبدہ باز۔۔۔ بدعتی۔۔۔ بالآخر مشرک۔۔۔ اور کافر کہتے ہیں۔

اپنے آپ کو عقیدہ سے منسوب کرنے والے بہت سارے احمقوں سے ہم نے سنا ہے کہ کس طرح بغیر سوچے سمجھے ان الفاظ کو کثرت سے استعمال کرتے ہیں۔ حتی ان کے بعض جاہل مزید آگے بڑھتے ہیں اور (اس زمانے میں شرک اور گمراہی کی دعوت دینے والا، عمرو بن لحی کے دین کو دوبارہ زندہ کرنے والا جو فلاں لقب سے پکارا جاتا ہے۔۔۔) جیسے عنوانات سے پکارتے ہیں۔

بعض احمقوں سے ہم اس طرح سنتے ہیں کہ کثرت سے اس طرح کی گالیاں، فحاشی، اور نازیبا الفاظ استعمال کرتے ہیں، ایسے الفاظ جو صرف پست اور بازاری افراد کے منہ سے نکلتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو بحث اور گفتگو کے اسلوب اور دعوت کی روش اور آداب سے نا آشنا ہیں۔[193]

وہ " الزیارۃ النبویۃ بین الشرعیۃ و البدعیۃ" نام کی اپنی کتاب کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

انّہ قد ظہر فی موسم الحجّ ھذا العام (1419) کتاب أساء إلی المسلمین

(193) التحذیر من المجازفۃ بالتکفیر، ص34، دار جوامع الکلم، قاہرہ

وکدّر علیهم صفوهم وهم فی زیارة رسول الله صلّی الله علیه وآله وسلّم، فکان أکبر ایذاء لهم وجرح لشعورهم، وهم حجاج زوار قاصدون وجه الله سبحانه وتعالی؛ إذ یقول هذا المتعدی: انّ زیارة رسول الله صلّی الله علیه وآله وسلّم بعد موته مفسدة راجحة لا خیر فیها، فأزعجنا هذا الإفتراء والتعدی وسؤ الأدب علی مقام رسول الله صلّی الله علیه وآله وسلّم، لذلك احببت ان اشارك بهذه الرسالة فی الدفاع عن مقام رسول الله صلّی الله علیه وآله وسلّم والذبّ عنه، وهو اقل ما یقدمه الحبیب لحبیبه والمؤمن لنبیه، وهو لیس غلواً ممقوتاً.

ترجمہ: اس سال 1419 کو حج کے موسم میں وہابیوں کی طرف سے ایک کتاب شائع ہوئی جس میں مسلمانوں کی توہین کی گئی اور ان کو پریشان کر دیا جبکہ وہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی زیارت میں مشغول تھے۔ اور یہ مسلمانوں کے لیے سب سے بڑی پریشانی اور دکھ کی بات تھی اور انکے شعور پر حملہ تھا، جبکہ وہ حاجی اور زائرین تھے، اللہ سبحانہ وتعالی کا تقرب چاہتے تھے: جب اس کتاب لکھنے والے سرکش نے کہا: رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی موت کے بعد ان کی زیارت کرنا نقصان دہ ہے اس میں کوئی خیر نہیں ہے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی یہ اہانت ہے اور آپ علیہ السلام کی شان میں اس بے ادبی نے ہمیں دکھ پہنچایا ہے۔ لہذا میں چاہتا تھا کہ اس رسالہ کو تالیف کر کے مقام رسول خدا کے دفاع میں شریک ہو جاؤں۔ اور یہ ادنی سا کام ہے جسے

ایک دوست اپنے محبوب کے لیے اور ایک مومن اپنے کریم آقا کے لیے انجام دے سکتا ہے، اور یہ کام ناپسندیدہ غلو میں سے نہیں ہے۔[194]

ڈاکٹر محمّد سعید رمضان بوطی (وفات1434ھ):

وہ شام کی شریعت کالج کے پرنسپل ہیں، ابن تیمیہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

وہا قد رأینا انّ ابن تیمیۃ لم یبال ان یخالف السلف کلّھم ممثّلین فی أصحاب مالك وأحمد والشافعي وأبي حنیفۃ. ترجمہ: ہم نے دیکھا ہے کہ ابن تیمیہ کو تمام اسلاف من جملہ مالک، احمد، شافعی اور ابو حنیفہ کے اصحاب کی مخالفت کرنے کی کوئی پروا نہیں تھی۔[195]

اسی طرح فرماتے ہیں:

واعلم انّ زیارۃ مسجدہ و قبرہ صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم من اعظم القربات إلی اللہ عزّوجلّ، اجمع علی ذلك جماھیر المسلمین فی کلّ عصر إلی یومنا ھذا، لم یخالف فی ذلك إلاّ ابن تیمیۃ غفر اللہ لہ، فقد ذھب إلی انّ زیارۃ قبرہ صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم غیر مشروعۃ. ترجمہ: جان لو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد اور قبر کی زیارت کرنا خدائے عزوجل کے نزدیک ہونے کا بہترین ذریعہ ہے، اور اس بات پر ہر زمانے میں تمام مسلمان متفق تھے اور آج تک متفق ہیں، اور ابن تیمیہ کے علاوہ کسی نے اس کی مخالفت نہیں کی ہے، خدا

---

(194) الزیارۃ النبویہ، ص2

(195) السلفیۃ، مرحلۃ زمنیۃ، ص187، دار الفکر، دمشق

اس کے گناہوں کو بخش دے، وہ معتقد ہے کہ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرنا جائز نہیں ہے۔[196]

شیخ شعیب ارناؤوط (وفات 1438ھ):

روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت اور حضور علیہ السلام کے حجرہ مبارکہ کے ساتھ عاجزی اور تسلیم کی حالت میں کھڑے ہونے کے بارے میں ذہبی کے کلام پر حاشیہ لگاتے ہوئے کہتے ہیں:

قصد المؤلّف بهذا الاستطراد الردّ على شيخه ابن تيمية الذى يقول بعدم جواز شدّ الرحل لزيارة قبر النبى. ترجمہ: ضمناً اس مطلب کو بیان کرنے سے مؤلف کا جو مقصد ہے، وہ اپنے استاد ابن تیمیہ کی بات کو رد کرنا ہے جو کہتا ہے کہ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے لیے سفر کرنا جائز نہیں ہے۔[197]

وہ علماء جن کی تاریخ وفات معلوم نہیں

شیخ عبد اللہ ھروی (حبشی):

آپ لکھتے ہیں:

فانّه يحتج بالحديث الموضوع الذى يوافق هواه ويحاول ان يصحّحه، ويضعّف الأحاديث والأخبار الثابتة المتواترة التى تخالف رأيه وعقيدته ... وهذا لا يستغرب صدوره من رجل بلغ سموم الفلاسفة ومصنفاتهم.

(196) فقہ السیرۃ النبویہ، ص560، دار الفکر، دمشق

(197) سیر اعلام النبلاء، 4/485، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت

ترجمہ: ابن تیمیہ کی عادت یہ ہے کہ اپنی ذاتی خواہش کی موافق موضوع حدیث سے استدلال کرکے اس حدیث کو صحیح قرار دینے کی کوشش کرتا ہے، اس کے برخلاف ان صحیح اور متواتر احادیث اور اخبار کو بھی ضعیف کہہ دیتا ہے جو اس کے عقیدے اور نظریے کے خلاف ہوں۔۔۔ اس طرح کے افعال کا صدور ایسے شخص سے بعید نہیں جس نے فلاسفہ کے زہر اور ان کی تصنیفات کو نگل لیا ہو۔[198]

ڈاکٹر عمر عبد اللہ کامل:

آپ مکہ مکرمہ کے علماء میں سے ہیں، کتاب "نقض قواعد التشبیہ من اقوال السلف" میں کہتا ہے:

هذا الكتاب ردّ مختصر على أهمّ ما ورد من افكار وكذا المنطلقات التى بنيت عليها فى الكتاب الموسوم بالعقيدة التدمرية والمنسوب للشيخ ابن تيمية، وكلّ يؤخذ من كلامه ويردّ، خاصة وانّ هذه الأفكار والآراء تعارض ما يعتقده جمهور الأمة المعصومة، وهنا مكمن الخطر. ترجمہ: یہ کتاب ابن تیمیہ کی کتاب "العقیدۃ التدمریہ" کے مہم ترین افکار اور مطالب کی مختصر رد ہے، اور تمام علماء نے اس کی باتوں کی رد میں لکھا ہے، خاص طور اس لیے کہ اس کے افکار و خیالات جمہور امتِ مرحومہ کی رائے کے خلاف ہے اور یہ خطرناک بات ہے۔[199]

(198) المقالات السنیۃ، حبشی، ص206

(199) نقض قواعد التشبیہ، ص8

اسی طرح اپنی دوسری کتاب میں ابن تیمیہ کی رد میں لکھتے ہیں:

ولازم استحباب زیارة قبره صلّى الله عليه و آله وسلّم استحباب شدّ الرحال اليها؛ لانّ زيارته للحاج بعد حجّه لاتمكن بدون شدّ الرحل، فهذا كالتصريح باستحباب شدّ الرحل لزيارته صلّى الله عليه و آله وسلّم.

وقد درج علماء الإسلام وفى مقدمتهم الحنابلة على هذا الفهم واتفقوا على جواز شدّ الرحال واستحباب زيارة قبر النبى صلّى الله عليه و آله وسلّم إلى ان جاء ابن تيمية فى القرن الثامن وخالف عامة المسلمين وقال: لاتستحب زيارة قبر النبى صلّى الله عليه و آله وسلّم.

وقد نقلنا اجماع المسلمين على مشروعية زيارة قبر النبى صلّى الله عليه و آله وسلّم فى مختلف الأزمنة وانّه لم يخالف فى ذلك غير ابن تيمية ومن تبعه، فهل من الحكمة ان نأخذ بقوله وفهمه للمسألة وندع اجماع أئمة المسلمين فى عصور ما قبل ابن تيمية؟ مع انّ اجماعهم فى عصر واحد حجة ملزمة.

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبرِ انور کی زیارت مستحب ہونے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ زیارت کے لیے سفر کرنا بھی مستحب ہو؛ کیونکہ حاجی حج ادا کرنے کے بعد آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی قبر کی زیارت کرنا چاہے تو سفر کے بغیر زیارت کرنا ممکن نہیں ہے، پس یہ بات گویا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا سفر مستحب ہونے پر واضح دلیل ہے۔ علمائے اسلام نے اور

سب سے پہلے حنبلی علماء نے یہی راستہ اختیار کیا ہے اور قبر انور کی زیارت کے لیے سفر کے جواز اور زیارت کے مستحب ہونے پر سب متفق ہیں یہاں تک کہ آٹھویں صدی میں ابن تیمیہ آگیا اور عام مسلمانوں کی مخالفت کی اور کہا: قبرِ انور کی زیارت مستحب نہیں ہے۔ ہم نے قبر انور کی زیارت کے جواز پر مختلف زمانوں میں مسلمانوں کے اجماع کو نقل کیا ہے اور یہ کہ اس مسئلہ میں ابن تیمیہ اور اس کے پیروکاروں کے سوا کسی نے مخالفت نہیں کی ہے۔ آیا یہ بات معقول ہے کہ اس مسئلہ میں ابن تیمیہ کے قول اور فہم کو اختیار کریں اور ابن تیمیہ سے پہلے گزرے ہوئے مسلمانوں کے اماموں کے اجماع کو چھوڑ دیں؟ جبکہ کسی بھی زمانے میں مسلمانوں کا اجماع لازم العمل ہے۔[200]

شیخ یوسف بن ہاشم رفاعی:

آپ کویت کے مشہور علماء میں سے ہیں، ابن تیمیہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

رحم الله خصوم الشيخ ابن تيمية؛ فانّهم لما خرج على الإجماع فى بعض آرائه أقاموا له المناظرات الكثيرة المفتوحة فى مصر ودمشق بحضور العلماء والوزراء وطلبة العلم. ترجمہ: اللہ تعالی ابن تیمیہ کا علمی رد کرنے والوں پر رحمت کرے؛ کیونکہ جب وہ (ابن تیمیہ) اپنے بعض نظریات میں اجماعِ امت سے خارج ہوا تو اس کے ساتھ مصر اور دمشق میں علماء، وزراء اور طلبہ دین کی موجودگی میں ان علماء نے اعلانیہ کثیر مناظرے منعقد کیے۔[201]

(200) کلمة هادئة فی الزیارة وشدّ الرحال، ص 44

(201) ادلة اهل السنة والجماعة، ص 5، مطبوعہ کویت

محی الدین حسین بن یوسف اسنوی:

آپ مصر کی الازہر یونیورسٹی کے فاضل ہیں، ابن تیمیہ کے رد میں ان کا کہنا ہے:

انّ لابن تیمیة فی مسألة زیارة قبر الرسول صلّی اللہ علیه و آله وسلّم رأی شاذ وکلام کثیر فیه تضارب وتناقض و تعمیم وتھویل. ومن قرأ له (الجواب الباھر فی زوار المقابر) أو (الردّ علی الأخنائی) وقد طبع مؤخراً فی (744) صفحة من القطع الکبیر، أو قرأ له فتاواہ أو ما نقله بعض تلامیذہ عنه کابن عبد الھادی فی (الصارم المنکی)، من قرأ ذلك کلّه یعرف مدی التشتت الموجود فی کلام الرجل. وقد قام علیه علماء عصرہ فی ھذہ المسألة وغیرھا و ردّوا علیه.

ترجمہ: روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے مسئلہ میں ابن تیمیہ کی رائے منفرد ہے اور اس حوالے سے اس نے طویل بحث کی ہے جس میں مختلف آراء ہیں، تناقض گوئی ہے اور عوام کو دھوکا اور فریب دینے کی باتیں ہیں۔ جو شخص کتاب (الجواب الباھر فی زوار المقابر) اور کتاب (الردّ علی الأخنائی) کا مطالعہ کرے جو حالیہ دنوں میں 744 صفحات پر مشتمل موٹی جلد میں شائع ہوئی ہے، یا اس کی کتاب فتاوی کا مطالعہ کرے یا ان باتوں کا مطالعہ کرے جن کو ابن عبد الہادی جیسے اس کے بعض شاگردوں نے کتاب (الصارم المنکی) میں اس سے نقل کی ہیں تو سمجھ جائے گا کہ اس شخص کی باتوں میں کس قدر اختلاف اور

تناقض گوئی ہے۔ لہذا اس کے ہم عصر علماء نے اس مسئلہ اور دیگر مسائل کے بارے میں اس کے خلاف قیام کیا ہے اور اس کی رد میں کتابیں لکھی ہیں۔ (202)

ابو الفداء سعید عبد اللطیف فودہ:

آپ اردن کے معاصر علماء میں سے ہیں، ابن تیمیہ کے رد میں ان کا کہنا ہے:

و امّا عندنا فما کتبه واضح فی مذهب الضلال ونصّ صریح فی نصرۃ مذهب المجسمة والکرامیة المبتدعة، ونحن فی ردّنا علیه ونقضنا لکلامه لایتوقف هجومنا لصدّ افکاره وتوهّماته علی موافقة الناس لنا، بل انّنا نعلم انّ کثیراً منهم علی عینیه غشاوۃ، نرجو من الله تعالی ازالتها بما تقوم به من الردود والتنبیهات.

ترجمہ: ہمارے نزدیک جو کچھ اس نے لکھا ہے اس کے بارے میں واضح ہے کہ وہ سب کے سب گمراہ مذہب کے نظریات ہیں اور بدعتی فرقہ اہل تجسیم اور کرامیہ کی واضح حمایت ہے۔ اس کے افکار کی رد اور اس کی باتوں کو نقض کرنے میں ہمارا ہدف فقط یہ نہیں ہے کہ ہم اس کے نظریات اور توہمات پر حملہ کریں تاکہ لوگ ہمارے ہم خیال باقی رہیں، بلکہ ہم جانتے ہیں کہ بہت سے لوگوں کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہے۔ لہذا ہماری دعا ہے کہ ابن تیمیہ کی رد میں لکھے گئے نوشتہ جات اور خبرداریوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ ان کی آنکھوں سے پردہ ہٹا دے۔ (203)

---

(202) الافہام والافخام، ص150

(203) نقض الرسالۃ التدمریۃ، سعید فودہ، ص6، دار الرازی، اردن

عبدالغنی حمادہ:

آپ وہابیوں کے رد میں لکھتے ہیں:

انّ شیخهم ابن تیمیة قال عنه علامة زمانه علاء الدین البخاری: انّ ابن تیمیة کافر، کما قاله علامة زمانه زین الدین الحنبلی انّه یعتقد کفر ابن تیمیة، و یقول: انّ الإمام السبکی معذور بتکفیر ابن تیمیة؛ لانّه کفّر الأمة الإسلامیة وشبّهها بالیهود والنصاری فی تفسیره عند قوله تعالی: ﴿اِتَّخَذُوۡۤا اَحۡبَارَهُمۡ وَ رُهۡبَانَهُمۡ اَرۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ﴾. وقال علماء المذهب: انّ کتبه مشحونة بالتشبیه والتجسیم لله تعالی.

بابائے وہابیہ ابن تیمیہ وہ شخص ہے جس کے بارے میں اس کے زمانے کے علامہ علاؤ الدین بخاری نے کہا ہے: ابن تیمیہ یقیناً کافر ہے، جیسا کہ اس کے زمانے کے علامہ زین الدین حنبلی معتقد تھے کہ ابن تیمیہ کافر ہے اور کہتے تھے: یقیناً امام سبکی نے ابن تیمیہ کی تکفیر کر کے غلطی نہیں کی ہے؛ کیونکہ اس نے امت اسلامی کی تکفیر کی ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس قول: ﴿اِتَّخَذُوۡۤا اَحۡبَارَهُمۡ وَ رُهۡبَانَهُمۡ اَرۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ﴾ کی تفسیر میں امت اسلامی کو یہود و نصاریٰ سے تشبیہ دی ہے۔ اور مذہب کے علماء نے کہا ہے: یقینا ابن تیمیہ زندیق ہے؛ کیونکہ اس کی کتابیں خداوند متعال کے متعلق تشبیہ اور تجسیم کے اعتقاد سے بھری ہوئی ہیں۔(204)

---

(204) فضل الذاکرین والردّ علی المنکرین، ص 23

ڈاکٹر شیخ یوسف حسن شرّاح:

آپ کویت میں ایک اسلامک کالج کے استاد ہیں، "ابن تیمیہ کے نزدیک بدعت" کے عنوان سے ایک مقالہ میں ان کا کہنا ہے:

الذی یراہ کثیر من المتطرفین المخالفین لأھل السنۃ والجماعۃ بمثابۃ المرجع الدینی، الذی عصم اللہ کلامہ من الخطأ، مع انّہ لیس نبیاً معصوماً کما انّ رأیہ لیس ھو رأی علماء الأمۃ جمیعاً، حتّی نعتبرہ اجماعاً وحجۃ شرعیۃ. ابن تیمیہ وہ شخص ہے جس کو بہت سارے منحرف افراد اور اہل سنت و الجماعت کے مخالفین، دینی مرجع اور ایسا شخص سمجھتے ہیں جس کے کلام کو اللہ نے غلطی سے محفوظ رکھا ہے! باوجود اس کے کہ وہ کوئی معصوم پیغمبر نہیں تھا، جیسا کہ اس کی رائے تمام علمائے امت کی رائے شمار نہیں ہوتی ہے تا اینکہ اس کو اجماع قرار دے کر شرعی حجت اور دلیل سمجھیں۔(205)

ڈاکٹر محمود سید صبیح:

آپ لکھتے ہیں:

وقد تتبعت کثیراً من أقوال مبتدعۃ ھذا العصر فوجدت أکثر إستدلالھم بابن تیمیۃ، فتتبعت بحول اللہ وقوّتہ کلام ابن تیمیۃ فیما یقرب من أربعین الف صفحۃ أو یزید فوجدتہ قد اخطأ اخطاء شنیعۃ فی حق رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم وأھل بیتہ وصحابتہ، وأنت خبیر

(205)صحیفۃ الوطن الکویتیۃ، تاریخ 29 اگست 2004م

انّ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم وأھل بیتہ اھمّ عندنا أجمعین من جناب ابن تیمیة.

ترجمہ: میں نے اس دور کے بدعتیوں کے اقوال پر تحقیق کی اور مشاہدہ کیا کہ ان کے اکثر استدلال ابن تیمیہ سے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالی کی مدد سے ابن تیمیہ کی باتوں پر مشتمل تقریباً چالیس ہزار یا اس سے بھی زیادہ صفحات کا مطالعہ کیا اور مجھے معلوم ہوا کہ وہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور ان کے اہل بیت اور اصحاب کے حق میں ناروا غلطیوں کا مرتکب ہوا ہے، اور آپ جانتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور ان کے اہل بیت ہم مسلمانوں کے نزدیک ابن تیمیہ سے زیادہ اہم ہیں۔ (206)

مزید لکھتے ہیں:

و درج المسلمون علی تعظیم قرابة ونسب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم حتّی خرج ابن تیمیة فی القرن الثامن الھجری وکان بینہ وبین النبی صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم وأھل بیتہ ثأراً، فما وجد من خصیصة من خصائصھم إلاّ نفاھا أو قلّلھا أو صرف معناھا فضلا عن سؤ أدبہ فی التعبیر والکلام علیھم... وما وجد من أمر قد یختلط علی العامة إلاّ وتکلّم وزادہ تخلیطاً. وفی سبیل ذلك نفی ابن تیمیة کثیراً جدّاً من خصائص النبی صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم وفضلہ وفضائل أھل بیتہ.

(206) اخطاء ابن تیمیہ، ص8، دار زین العابدین، بیروت

ترجمہ: مسلمانوں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اقرباء اور ان سے منسوب افراد کی تعظیم میں کئی مدارج طے کئے ہیں یہاں تک کہ ابن تیمیہ آٹھویں صدی ہجری میں ظاہر ہوا اور اس کے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اہل بیت کے درمیان دشمنی تھی، لہذا اس نے ان کے تمام فضائل اور خصوصیات کا انکار کیا یا ان کی اہمیت کم کرنے کی کوشش کی یا ان کا معنیٰ بدل دیا علاوہ ازایں اپنی تعبیرات اور کلمات میں ان کی شان میں گستاخی کی۔ ان تمام مسائل کے بارے میں گفتگو کی جو عوام کے لیے مبہم تھے اور اس نے ابہام میں اضافہ کیا۔ اس سلسلے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیات اور ان کے اور ان کے اہل بیت کے فضائل کا شدت سے انکار کیا۔[207]

اسی طرح ابن تیمیہ کے بارے میں مزید کہتا ہے:

وکان ابن تیمیة احد جنود یزید بن معاویة الذین استهتروا بفضیلة أهل البیت وانتقصوهم وقتلوا الإمام الحسین سید شباب أهل الجنة أمام عینیه، وکم من مبغض لأهل البیت یرید قتل الحسین وأهل بیته حیاً وبعد شهادته، ولا یطیق سماع حتّی أسمائهم، فمابالکم بفضیلتهم.

ترجمہ: ابن تیمیہ یزید بن معاویہ کے سپاہیوں میں سے ایک تھا جنہوں نے اہل بیت کے فضائل کو اہمیت نہیں دی اور ان کے فضائل کو گھٹایا اور جوانان بہشت کے سردار امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ اہلِ بیت سے بغض

(207) اخطاء ابن تیمیہ، ص 73، دار زین العابدین، بیروت

رکھنے والے بہت سارے لوگ تھے جو امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے اہلِ بیت کو زندگی میں اور ان کی شہادت کے بعد قتل کرنا چاہتے تھے، حتیٰ کہ ان کے نام سننا بھی گوارا نہیں کرتے تھے، ان کے فضائل سننا تو دور کی بات ہے۔(208)

ڈاکٹر عیسیٰ بن مانع حِمیَری:

آپ دبئی میں او قاف اور مذہبی امور کے ڈائریکٹر جنرل ہیں، ابن تیمیہ کے بارے میں کہتے ہیں:

وهذا ترك من ابن تيمية لمذهب السلف بالكلية، وادعاء عليهم بمذهب غير مذهبهم ودخول في مضايق وعره وشنائع أمور استبشعها العلماء واستبعدوها. وقد رأينا لهذا المخالف ومن شايعه الفاظاً شنيعة لم ترد في الكتاب والسنة ولم تنطق بها أحد من السلف، فأثبتوا الجسمية صراحة واثبتوا الجهة والحدّ والتحيزوالحركة والصوت والإنتقال والكيف وغير ذلك من التجسيم الصريح.

اور یہ در حقیقت ابن تیمیہ کی جانب سے مکمل طور پر مذہب سلف سے روگردانی ہے اور سلف کے لیے ایسے مذہب کا دعوی کرتا ہے جو ان کا مذہب نہیں ہے، پست اور سخت مشکلات میں داخل ہوا ہے، ایسے امور جن کو علماء برا سمجھ کر اپنے آپ سے دور کیا ہے۔ ہم نے اس مخالف اور اس کے پیروکاروں سے ایسے نازیبا الفاظ دیکھے ہیں جو کتاب و سنت میں نہیں پائے جاتے ہیں اور

(208) اخطاء ابن تیمیہ، ص128

سلف میں سے کسی فرد نے ہر گز ایسی بات نہیں کی ہے۔ وہ جسمیت کو صراحت سے ثابت کرتے ہیں و نیز جہت، حد، مکان، حرکت، آواز، انتقال اور کیف اور دیگر جسمانی عوارض کو اس کے لیے ثابت سمجھتے ہیں۔[209]

مزید کہتے ہیں:

فالحاصل من هذا انّه يتبين لك انّ ابن تيمية عشوائی فی فهمه ولا يمشی علی قاعدة مستقيمة بل يتبع مايبدو له إذا استطاع بذلك أن ينصر مذهبه. ان مطالب کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ آپ کے لیے واضح ہوا کہ ابن تیمیہ ایک بے بصیرت شخص ہے اور درست قواعد کے مطابق نہیں چلتا ہے، بلکہ فقط اس بات کی پیروی کرتا ہے جس سے اس کے مذہب کی تائید ہوتی ہے۔[210]

حسن بن فرحان مالکی سلفی:

حسن بن فرحان مالکی اگرچہ سلفی ہے اور اپنے مذہب کا پابند اور متعصب ہے، لیکن اس کے الفاظ، گفتگو اور کتابوں میں ایسے افکار مل جاتے ہیں کہ جو کسی حد تک اس کی آزاد خیالی اور انصاف پسندی پر دلالت کرتے ہیں۔ اب ہم اس کے اس طرح کے افکار کے کچھ نمونے ذکر کرتے ہیں:

وہ شدت پسند سلفیوں کے بارے میں لکھتا ہے:

و يساعده علی ذلك أيضاً انّ غلاة السنة لهم الصوت الأقوی داخل

---

(209) تصحیح المفاهیم العقدیة، ص139، دار السلام للطباعة والنشر، قاہرہ

(210) تصحیح المفاهیم العقدیة، ص431، دار السلام للطباعة والنشر، قاہرہ

الوسط السنّي السلفي على وجه الخصوص، فلذلك لا نستغرب هذه الانحسارات عن السنة إلى مذاهب أخرى... و سيبقى الغلو السلفي من أكبر الأمور المساعدة على الإنتقال الحادّ إلى الشيعة مالم يسارع عقلاء السلفية بنقد الغلو داخل التيار السلفي نفسه، ذلك الغلو المتمثّل في كثرة الأحاديث الضعيفة والموضوعة الّتي نشدّ بها المذهب وكثرة التكفيرات المخالفة للمنهج السلفي، كتكفير أبي حنيفة والأحناف وتكفير الشيعة والجهمية والمعتزلة.

اس مطلب کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ اہل سنت کے غالی، خاص طور پر سلفی سنیوں کے درمیان طاقتور آواز کے مالک ہیں، اسی وجہ سے مذہب اہل سنت سے اس طرح نکل کر دوسرے مذاہب میں جانے کو ہم تعجب کی نگاہ سے نہیں دیکھتے ہیں اور بہت جلد، سلفی غلو، سب سے بڑا سبب ہو گا جو اہل سنت کا شیعہ مذہب کی طرف جانے میں مددگار ثابت ہو گا۔ مگر یہ کہ سلفی عقلاء سریع اقدام کریں اور غلو اور شدت پسندی کو اپنے اندر ہی حل کریں، وہ غلو جو کثیر تعداد میں موجود ضعیف اور جعلی احادیث میں ظاہر ہوا جن کے ذریعہ ہم اس مذہب کی تائید کرتے ہیں اور سلفی روش کے مخالفین کی تکفیر میں مدد لیتے ہیں، جیسے ابو حنیفہ، احناف، شیعہ، جہمیہ اور معتزلہ کی تکفیر۔ (211)

---

(211) مجلۃ المجلۃ، شمارہ 1082، سال 11/11/2000م، تحت عنوان: "قراءة في التحولات السنية للشيعة

وہ محمد بن عبد الوہاب کے بارے میں کہتا ہے:

وكتاب التوحيد أو كتاب كشف الشبهات أو غيرهما من كتب الشيخ ورسائله انّما الّفها بشر يخطىء ويصيب ولم يؤلّفها ملك ولا رسول، فلذلك من الطبيعى جداً ان يخطئ ولا مانع شرعاً ولا عقلا من وقوع الأخطاء من الشيخ؛ سواء كانت كبيرة أو صغيرة، كثيرة أو قليلة، فقهية أو عقدية (ايمانية).

کتاب (التوحید) اور کتاب (کشف الشبہات) یا اس کے علاوہ شیخ کی دیگر کتابیں اور رسالے ایک بشر کی لکھی ہوئی ہیں جو ممکن ہے خطا کرے یا حقیقت تک پہنچ جائے، ان کو فرشتہ یا رسول نے نہیں لکھا ہے؛ لہٰذا غلطی کرنا ایک معمولی بات نظر آرہی ہے اور شرعی اور عقلی طور بھی شیخ سے غلطی ہونے میں کوئی ممانعت نہیں ہے، چاہے وہ غلطیاں بڑی ہوں یا چھوٹی، زیادہ ہوں یا کم، فقہی ہوں یا اعتقادی و ایمانی۔ (212)

وہ اہل بیت کے ساتھ وہابی بزرگوں کی دشمنی کے بارے میں کہتا ہے:

ابن كثير كان فيه نصب إلى حدّ كبير والذهبى إلى حدّ ما امّا ابن تيمية إلى حدّ لا ينكره باحث منصف، فاشتهر عنه النصب وكتبه تشهد بذلك، ولذلك حاكمه علماء عصره على جملة أمور منها بغض على، ولم يحاكموا غيره من الحنابلة مع انّ فيهم نصباً ورثوه عن ابن بطة وابن حامد والبربهارى وابن أبى يعلى وغيرهم. والتيار الشامى العثمانى له أثر بالغ على

(212) داعیۃ ولیس نبیاً، ص 3

الحياة العلمية عندنا فى الخليج، وهذا من أسرار حساسيتنا من الثناء على الإمام على أو الحسين، وميلنا الشديد لبنى امية، فتنبّه!!

ابن کثیر ایسا شخص ہے جو بہت حد تک دل میں اہل بیت (علیہم السلام) دشمنی اور عداوت رکھتا تھا، اور کسی حد تک ذہبی بھی ایسا تھا۔ لیکن اہل بیت کے ساتھ ابن تیمیہ کی دشمنی اس قدر زیادہ تھی کہ انصاف کے ساتھ بحث کرنے والا اس سے انکار نہیں کر سکتا ہے، لہذا اس کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ ناصبی ہے، اور اس کی کتابیں بھی اس بات پر گواہ ہیں، اسی وجہ سے اس کے ہم عصر علماء نے اس کو بعض امور من جملہ بغضِ علی رضی اللہ عنہ کی وجہ سے اس کے خلاف کیس دائر کیا ہے، جبکہ اس کے علاوہ دیگر حنابلہ کے خلاف کیس نہیں کیا ہے جبکہ وہ بھی دشمنی اور عداوت رکھتے تھے جو ابن بطہ، ابن حامد، بربہاری اور ابن ابی یعلی وغیرہ سے وراثت میں ملی تھی، خلیج میں ہماری علمی زندگی پر شام کے عثمانی مکتب کا بڑا اثر ہے، یہی وجہ ہے کہ ہم امام علی اور امام حسین رضی اللہ عنہما کی مدح و ثنا کے حوالے سے بہت حساس ہوتے ہیں اور بنی امیہ کی جانب شدید رغبت بھی رکھتے ہیں، پس خبر دار ہو جاؤ۔[213]

اسی طرح وہ کہتا ہے:

ثمّ تتابع علماء الشام كابن تيمية و ابن كثير و ابن القيم -و اشدّهم ابن تيمية- على التوجس من فضائل على و اهل بيته، و تضعيف الأحاديث

(213) داعیۃ ولیس نبیاً، ص64و65

الصحيحة فی فضلهم، مع المبالغة فی مدح غيرهم!! وعلماء الشام - مع فضلهم - بشر لا ينجون من تأثير البيئة الشامية الّتی كانت اقوی من محاولات الإنصاف، خاصّة مع استئناس هؤلاء بالتراث الحنبلی.

پھر علمائے شام ایک دوسروں کے پیچھے جیسے ابن تیمیہ، ابن کثیر، اور ابن قیم آئے، اور ان میں سے علی اور اس کے اہل بیت کے فضائل چھپانے اور ان کے فضائل میں موجود صحیح روایات کو تضعیف کرنے میں سب سے سخت ابن تیمیہ ہے، جبکہ دوسروں کی مدح میں بہت مبالغہ کرتا ہے۔ شام کے علماء، بافضیلت ہونے کے باوجود ایسے بشر ہیں جو شام کے ماحول سے متاثر تھے، ایسا ماحول جو منصفانہ نہیں تھا۔ خاص طور یہ کہ وہ حنبلیوں کی میراث سے مانوس تھے۔[214]

وہ کہتا ہے:

حُوكِمَ ابن تيمية فی عصره علی بغض علی و اتّهمه مخالفوه من علماء عصره بالنفاق و اخطئوا فی ذلك و اتّهموه بالنصب و اصابوا فی كثير من ذلك، لقوله: انّ علياً قاتل للرئاسة لا للديانة، و زعمه انّ اسلام علی مشكّك فيه لصغر سنه ...و انّه كان مخذولا، وغير ذلك من الشناعات التی بقی منها مابقی فی كتابه منهاج السنة. و ان لم تكن هذه الأقوال نصباً فليس فی الدنيا نصب.

ابن تیمیہ پر اس کی زندگی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ دشمنی کی

(214) داعية وليس نبياً، ص176

وجہ سے کیس ہوا اور اس کے ہم عصر علماء نے اس پر منافقت کی تہمت لگائی۔ لیکن اس کے اغلاط بیان کیں اور اس پر اہل بیت کی دشمنی کی تہمت لگائی اور بہت سارے موارد میں حقیقت تک پہنچ گئے؛ کیونکہ وہ کہتا ہے: حضرت علی نے ریاست کے لیے جنگ کی نہ کہ دین کے لیے۔ اور اس کا یہ گمان کہ حضرت علی کا اسلام مشکوک ہے کیونکہ وہ ایک کم سن بچہ تھے۔۔۔ اور یہ کہ علی خوار ہو گئے ہیں، اور دیگر نازیبا اور پست باتیں جو اس کی "منہاج السنۃ" نام کی کتاب میں موجود ہیں۔ اگر یہ باتیں ناصبیت میں شمار نہیں ہوتی ہیں تو پھر دنیا میں کوئی بھی ناصبی نہیں ہے۔[215]

حسن بن علی سقاف شافعی:

ابن تیمیہ کا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے سخت رویہ اختیار کرنے کے بارے میں لکھتے ہیں:

بعض ذلك ذكره فی منهاج سنته و ذكره بطريقة ملتوية عرجاء، وتظاهر فی بعض تلك الجمل بمدحها و انّها سيدة نساء العالمين، وليس وراء قوله (عامله الله بمايستحق) إلاّ الطعن والذمّ!! وليس له مخرج عندنا من هذه الورطة، ولا نقبل الدفاع عنه، وتأويل بعض كلماته هناك بأی وجه!! فهوناصبی خبيث و مجسّم بغيض؛ شاء المخالفون أم أبوا.

ان مطالب میں سے کچھ کو "منہاج السنۃ" میں ذکر کیا ہے اور وہ بھی

(215) قراءۃ فی کتب العقائد، ص176

پیچیدہ اور متز لزل طریقہ سے ذکر کیاہے اور ان میں سے بعض جملوں میں سیدہ پاک کی تعریف کی ہے اور کہاہے کہ دنیا کی بہترین خاتون ہے، لیکن ان جملوں کو لکھنے کا مقصد فقط سیدہ پاک پر طنز کرنا اور ان کی مذمت کرنا ہے۔(اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ وہی کرے جو اس کا حق ہے) ہمارے پاس اس کو اس مشکل سے نکالنے کا کوئی راستہ نہیں ہے اور کسی صورت میں اس کا دفاع اور اس کے جملوں کی تاویل ہمیں قبول نہیں ہے؛وہ ایک ناصبی اور خبیث شخص ہے جو خدا کے لیے جسم کا قائل ہے اور ایک مبغوض شخص ہے، چاہے مخالفین کو یہ بات پسند ہو یا نہ ہو۔(216)

طارق بن محمد جباوی سعدی:

آپ لبنان کے شہر صیدا کے علماء میں سے ہیں، ابن تیمیہ کی رد میں چار کتابیں لکھی ہیں ان میں سے ایک ”کشف المین فی شرح الحرانی لحدیث ابن حصین“ ہے۔وہ اس کتاب کے مقدمہ میں کہتاہے:

فهذا كتاب سميته (كشف المين) أي الكذب بينت فيه بهتان ابن تيمية الحراني وافترائه على العقل والنقل... وذلك بعد اطلاعي المفصّل على كتبه كمجموع الفتاوى، و درء التعارض، ومنهاج السنة، والصفدية وغيرها ممّا نقلنا بعض نصوصه فيها على قدم نوع العالم في كتاب (كشف الزلل) الذي فصّلنا فيه مذهبه و رددنا عليه.

میں نے اس کتاب کا نام (کشف المین) یعنی جھوٹ سے پردہ ہٹانا رکھاہے

(216) مجموع رسائل السقاف،2/737

اور اس میں ابن تیمیہ حرانی کے بہتان و افتراءات کو عقل اور نقل کے مطابق بیان کیا ہے۔۔۔ اور میں نے یہ کتاب اس کی (مجموع الفتاوی)، (درء التعارض)، (منہاج السنۃ)، (الصفدیۃ) جیسی کتابوں اور اس کی دیگر کتابوں کے بارے میں تفصیلی طور پر آگاہ ہونے کے بعد لکھی ہے اور ہم نے اس کی بعض عبارات کو نقل کیا ہے من جملہ ان عبارات میں سے ایک کتاب (کشف الزلل) میں عالم کے قدیم ہونے کی بات ہے وہاں ہم نے تفصیل کے ساتھ اس کے مذہب کو ذکر کر کے رد کیا ہے۔[217]

اسی طرح ابن تیمیہ کے بارے میں اسی کتاب کے خاتمہ میں لکھتے ہیں:

فاسأل الله تعالى كشف بصيرة اتباعه فضلا عن المغبونين والمغترين به إلى الحق، ليعرفوا مكانة هذا المبتدع على التحقيق، وانّه ليس إلاّ مارق زنديق، ليس فيما انفرد فيه إلاّ بدعة الضلالة وفُرقة الجماعة. میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے پیروکاروں کو چشم بصیرت دے اور ان کو راہِ حق کی ہدایت دے، اسی طرح اس کے دھوکے میں آنے والوں کو راہ حق کی ہدایت دے تاکہ اس بدعتی کی حیثیت کو اچھی طرح پہچان سکیں اور یہ کہ وہ دین سے خارج ہونے والے ایک کافر شخص کے سوا کچھ نہیں ہے، وہ اپنے منفرد اور شاذ اعتقادات میں ایک بدعتی اور گمراہ شخص ہے اور ملت سے جدا ہوا ہے۔[218]

---

(217)ماخوذ از "شیخ الاسلام فی قفص الاتہام"، 1 / 69، دارالانوار للنشر والتوزیع

(218)ماخوذ از "شیخ الاسلام فی قفص الاتہام"، 1 / 69، دارالانوار للنشر والتوزیع

مزید علمی اور تحقیقی رسالے

1 63 حکایات و واقعات 2 تہجد گزاروں کے واقعات 3 ارشاداتِ اعلیٰ حضرت
4 تفسیر صراط الجنان سے ماخوذ حکایات و واقعات
5 تفسیر صراط الجنان سے ماخوذ فتاوی رضویہ کی عبارات
6 آیتِ درود اور شانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم
7 لقمۂ حرام کی تباہ کاریاں 8 حضرت حاتم اصم کے واقعات 9 فضائلِ درودِ پاک
10 عقلمندوں کے لیے نصیحتوں کے مدنی پھول 11 حکایاتِ احیاء العلوم
12 علم کے پیاسے لوگ 13 علمِ غیب مصطفیٰ قرآنی آیات و تفاسیر کی روشنی میں
14 آیاتِ احکام ماخوذ از تفسیر صراط الجنان 15 حکایاتِ روح البیان
16 حیات انبیاء پر عمدہ دلائل 17 سود کی تباہ کاریاں
18 امامِ اعظم کی ذہانت کے واقعات 19 صفر کا مہینہ ہرگز منحوس نہیں
20 اخلاقِ مصطفیٰ قرآن کی روشنی میں 21 حضور غوثِ پاک رضی اللہ عنہ کی 111 نصیحتیں
22 شانِ ولی 23 زبان کی آفات 24 خدمتِ والدین کا صلہ 25 توسل پر عمدہ دلائل
26 عدمِ سایۂ مصطفیٰ پر عمدہ دلائل 27 قیلولہ اور سائنس 28 حفظِ قرآن کے فضائل
29 عاشقانِ رسول کی قبریں 30 امام احمد بن حنبل اور معمولاتِ اہلسنت
31 ساری کثرت پاتے یہ ہیں 32 رشوت کی تباہ کاریاں 33 احادیثِ قدسیہ کے انوار
34 تخریجِ احادیثِ فیضانِ سنّت 35 نابالغ بچوں کے احکام و مسائل
36 شانِ امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ 37 مختلف حکایات و واقعات
38 فحش وڈیوز دیکھنے کا عبرتناک انجام 39 دیُّوث کون؟ 40 فتنۂ دجّال
41 مَائِلَاتٌ مُمِيلَاتٌ کون ؟ 42 امام بخاری علیہ الرحمہ اور معمولاتِ اہلسنت
43 امام مسلم علیہ الرحمہ اور معمولاتِ اہلسنت 44 سخاوتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم قرآن و حدیث کی روشنی میں
45 کالے جادو کا علاج 46 تعویذ پہننا شرک نہیں
47 حضرت خضر نبی یا ولی؟ علمی و تحقیقی گفتگو 48 خون کے آنسو
49 ننگے سر نماز پڑھنا کیسا؟ 50 بزرگانِ دین کا شوقِ عبادت 51 بزرگانِ دین کا شوقِ تلاوت
52 حدیثِ غدیر اور حدیثِ منزلت کی شرعی حیثیت 53 اسمِ اعظم کی تحقیق
54 بزرگانِ دین کا شوقِ صدقہ و خیرات 55 نَفسِ اَمّارہ کی شرارتیں
56 اذانِ بلال اور سورج کا نہ نکلنا ایک علمی و تحقیقی رسالہ 57 حُسن و جمالِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم
58 فراستِ مومن 59 جوامع الکلم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم 60 تفسیرِ آیتِ ختمِ نبوت علمی و تحقیقی رسالہ
61 دعا مومن کا ہتھیار ہے 62 صحبت کا اثر 63 اصل ترقی 64 بزرگانِ دین کا طریقۂ شکر گزاری
65 مایوسی کا علاج 66 حدیثِ ضعیف اور حدیثِ موضوع کی تحقیق 67 ابنِ تیمیہ کون؟
68 ناشکری کا انجام 69 خوفِ خدا میں رونے والوں کے واقعات 70 نورانی چہرے
71 فضائلِ مدینہ 72 فضائلِ آبِ زم زم 73 مجرم بلائے آئے ہیں جَآءُوْکَ ہے گواہ
74 قیمتی اوراد و وظائف 75 موت کی یاد 76 بے نمازی کا عبرتناک انجام 77 ذکر اللہ کے فضائل
78 روح کی غذا 79 غیرِ نبی پر علیہ السلام کا اطلاق علمی و تحقیقی رسالہ 80 تنگ زندگانی
81 حدیثِ عمّار علمی و تحقیقی جائزہ 82 کلیجہ چبانے والی روایت کا تحقیقی محدثانہ جائزہ
83 مسئلۂ سماعِ موتیٰ پر علمی و تحقیقی گفتگو 84 کیا تمہیں عقل نہیں ؟
85 واقعہ کربلا سے ہم نے کیا سیکھا؟ 8 موضوع حدیث کی پہچان فتاوی رضویہ کی روشنی میں
87 سلطان صلاحُ الدّین ایوبی علیہ الرحمہ کے کارنامے
88 تلخیص رسالہ حیات الموات فی بیان سماع الاموات
89 تلخیص رسالہ الامن والعلی لناعتی المصطفی بدافع البلاء
90 تلخیص رسالہ تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین 91 علم نور ہے
92 فضائل جمعہ
93 بے اُن کے واسطہ کے خدا کچھ عطا کرے حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے
94 صدیق اکبر سب سے بڑھ کر 95 شانِ غوثِ پاک 96 قیامت کی نشانیاں